Regd. No. P 67
Phone No. 35

یہ اُصول نہایت پیارا اور صلح کاری کی بُنیاد ڈالنے والا ہے

کہ ہم تمام اُن نبیوں کو سچّا سمجھ لیں جو دُنیا میں آئے

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صلح کُن اور امن بخش پیغام

"... یہ اصول نہایت صحیح اور نہایت مبارک اور باوجود اِس کے صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے کہ ہم ایسے تمام نبیوں کو سچے نبی قرار دیں جن کا مذہب جڑھ پکڑ گیا اور کروڑہا لوگ اس مذہب میں آ گئے ... خدا جو رحیم و کریم ہے وہ ہرگز پسند نہیں کرتا جو ایک جھوٹے کو ناحق فروغ دیکر اور اس کے مذہب کی جڑھ جما کر لوگوں کو دھوکہ میں ڈالے۔ اور نہ جائز رکھتا ہے کہ ایک شخص باوجود مفتری اور کذاب ہونے کے دُنیا کی نظر میں سچے نبیوں کا ہم پلّہ ہو جائے۔

پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم اُن تمام نبیوں کو سچّا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے۔ خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں اُن کی عزت و عظمت بٹھا دی۔ اور اُن کے مذہب کی جڑھ قائم کر دی۔ اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آ گئی ہے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔ مگر افسوس کہ ہمارے مخالف ہم سے یہ برتاؤ نہیں کر سکتے۔ اور خدا کا یہ پاک اور غیر متبدل قانون اُن کو یاد نہیں کہ وہ جھوٹے نبی کو وہ برکت اور عزت نہیں دیتا جو سچے کو دیتا ہے اور جھوٹے نبی کا مذہب جڑھ نہیں پکڑتا اور نہ عمر پاتا ہے جیسا کہ سچے کا جڑھ پکڑتا اور عمر پاتا ہے۔ پس ایسے عقیدہ والے لوگ جو قوموں کے نبیوں کو کاذب قرار دیکر بُرا کہتے رہتے ہیں ہمیشہ صلح کاری اور امن کے دشمن ہوتے ہیں۔ کیونکہ قوموں کے بزرگوں کو گالیاں نکالنا اس سے بڑھ کر فتنہ انگیز اور کوئی بات نہیں۔ بسا اوقات انسان مرنا بھی پسند کرتا ہے مگر نہیں چاہتا کہ اس کے پیشوا کو بُرا کہا جائے۔ اگر ہمیں کسی مذہب کی تعلیم پر اعتراض ہو تو ہمیں نہیں چاہیئے کہ اس مذہب کے نبی کی عزت پر حملہ کریں۔ اور نہ یہ کہ اس کو بُرے الفاظ سے یاد کریں۔ بلکہ چاہیئے کہ صرف اس قوم کے موجودہ دستور العمل پر اعتراض کریں۔ اور یقین رکھیں کہ وہ نبی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کروڑہا انسانوں میں عزت پا گیا۔ اور صدہا برسوں سے اس کی قبولیت چلی آتی ہے۔ یہی پختہ دلیل اس کے منجانب اللہ ہونے کی ہے۔ اگر وہ خدا کا مقبول نہ ہوتا تو اس قدر عزت نہ پاتا۔ مفتری کو عزت دینا اور کروڑہا بندوں میں اس کے مذہب کو پھیلانا اور زمانۂ دراز تک اس کے مفتریانہ مذہب کو محفوظ رکھنا خدا کی عادت نہیں ہے۔ سو جو مذہب دُنیا میں پھیل جائے اور جم جائے اور عزت اور عمر پا جائے وہ اپنی اصلیت کی رُو سے ہرگز جھوٹا نہیں ہو سکتا۔"

(تحفۂ قیصریہ صفحہ ۷ تا ۹)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ **بدر** قادیان

جلد ۱۸ | شمارہ ۱۷

۶ صفر ۱۳۸۹ ھ | ۲۴ شہادت ۱۳۴۸ ہش | ۲۴ اپریل ۱۹۶۹ء

پیشوایانِ مذاہب زندہ باد!!

نہایت درجہ عزّت و احترام کے جذبہ سے ہماری گردن اُن مقدس ہستیوں کے لئے جھک جاتی ہے جو دنیا کے اندر کسی زمانہ میں، کسی خطۂ ارض اور کسی قوم میں پیدا ہوئے اور اپنے انفاسِ قدسیہ کی برکت سے خالق و مخلوق کے رشتہ کو استوار کرنے کے لئے مبعوث ہوئے۔ یہی وہ عظیم القدر ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں بھولے بھٹکے انسان کو زندہ خدا کی راہ دکھائی ــــ حیوانیت سے نکال کر حقیقی انسانیت سے روشناس کرایا اور علیٰ قدرِ مراتب انسان کو اخلاقِ فاضلہ کے زیور سے آراستہ کیا۔ نوعِ انسان پر ان کا یہ بڑا احسان ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی طرح کے عظیم کردار کے سبب یہ بزرگان ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید ہو گئے ــــ!!

اسلام نے خدا تعالیٰ کو ربّ العالمین کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور قرآن کریم کا آغاز ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے جامع الفاظ سے ہوتا ہے جس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ خدا جس کی جسمانی ربوبیت کا سلسلہ تمام جہانوں میں جاری و ساری ہے، اس کی رُوحانی ربوبیت سے بھی کوئی زمانہ، کوئی خطۂ ارض اور کوئی قوم باہر نہیں رہی۔ بلکہ اُسی کی ربوبیّت تمام جہانوں پر وسیع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ایک دوسرے مقام پر اس حقیقت کو بڑے ہی زوردار اور واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

کہ ہر قوم اور ہر اُمت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انذار کرنے والے اور عامۃ الناس کو گندی زیست سے چھٹکارا دلا کر پاک و مطہّر بنانے کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں۔

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۲۲ شہادت (اپریل)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۱۷ شہادت کی رپورٹ مظہر ہے کہ حضور انور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمدُ لِلّٰہ۔

قادیان ۲۲ شہادت۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ۔

★ ــــ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مورخہ ۲۴ شہادت کو قادیان سے اڑیسہ کے تبلیغی و تربیتی دورے کے لئے روانہ ہو رہے ہیں۔ دیگر جماعتوں کے علاوہ خاص طور پر جماعت کیرنگ کے سالانہ جلسہ منعقدہ ۳ و ۴ مئی میں شرکت فرمائیں گے۔ اس دورے سے فراغت کے بعد مالابار کانفرنس میں شرکت فرمائیں گے جو بتاریخ ۱۰، ۱۱ ہجرت (مئی) کو منعقد ہو رہی ہے۔ اس طرح اس دورہ کے سلسلہ میں ماہ ہجرت (مئی) کے آخر یا ماہ احسان (جون) کی ابتداء میں واپسی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سفر کو بابرکت بنائے آمین۔

مذہب اسلام نے اپنے تمام متبعین کو جملہ پیشوایانِ مذاہب کی عزّت و احترام کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ اور احمدیہ جماعت چونکہ اسلام کی حقیقی تصویر اور اس کے عملی پہلو کو پیش کرنے کا دعویٰ رکھتی ہے اسلئے اس برگزیدہ جماعت کو اس لحاظ سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ وہ ایک لمبے عرصہ سے جماعتی رنگ میں سال میں ایک دن خصوصیت کے ساتھ اس طور پر مناتی ہے جس میں ایک مشترکہ پلیٹ فارم سے مختلف مذاہب کے پیشواؤں کی سیرت و سوانح پر لیکچر دیئے جاتے ہیں اور صمیم قلب کے ساتھ ان سب مقدس ہستیوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مرکزی اعلان کے مطابق یہ ایک دن ماہِ رواں میں ہی مقرر کیا گیا تھا۔ اور ہر جگہ کی جماعت نے اپنی سہولت کے مطابق یہ دن منایا۔ اور آج کا یہ خصوصی نمبر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ وہ عملی طریق ہے جس کے ذریعہ مختلف فرقوں اور مختلف النوع مذہبی مکاتبِ فکر کے افراد میں باہمی محبّت اور اُلفت کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ اور یہ وہ مفید ذریعہ ہے جس کے افادی پہلو کو سبھی لوگوں نے سراہا ہے۔

مذہب اسلام جو زمانہ کے لحاظ سے تمام دیگر مذاہب کے بعد آیا۔ وہ اپنے مبارک نام کی طرح فی الواقع صُلح و آشتی کا مذہب ہے۔ اس کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک بڑی تعلیم اس نوع کی بھی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کے لئے اس بات کا پابند قرار دیتا ہے کہ ایک مسلمان جس طرح اپنے بزرگوں کی عزّت و تکریم کرتا ہے اسی طرح وہ دیگر مذاہب کے پیشواؤں کو عزّت اور احترام کے ساتھ یاد کرے۔ اس بارے میں اسلام نے اس قدر زور دیا ہے کہ سبھی مسلمانوں کو گویا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ

"لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ"

کہ ہم خداوند تعالیٰ کے تمام فرستادوں میں سے کسی ایک کی بھی تفریق نہیں کرتے۔ گویا اسلام نے اس صداقت کو زیادہ شدت کے ساتھ ہر مسلمان کے دل میں بٹھا دیا جس کی تفصیل اُوپر گذر چکی۔ اور ہم نے بتایا کہ ہر قوم اور امت میں خدا کی طرف سے ہادی اور راہنما آئے۔ اب کون ہے جو زمانہ ماضی کی سب اُمتوں اور اقوام کی گنتی کر سکتا ہے؟ اور کس کی طاقت ہے کہ اُن کو شمار کر سکے؟ اس لئے اصولی طور پر مسلمان کو اس حقیقتِ ثابتہ کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ خدا کی طرف سے سبھی اقوام و ملل میں خدا کے پیارے اور برگزیدہ افراد آئے۔ اور اُن سب کا مشترکہ کام بس یہی تھا کہ مخلوق کو خالق کے ساتھ ملا دیں۔ اور سچّے خدا کی معرفت لوگوں کے دلوں میں پیدا کر کے انہیں نیک اور پارسا بنا دیں۔ تا انسانیت کے جوہر چمکیں اور انسان کو اس دنیا میں آنے کا مقصدِ حقیقی حاصل ہو۔!!

ہماری اس تشریح و تفصیل کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ مذہبی پیشواؤں کی عزت و تکریم کرنے کا اصول ہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس کے ساتھ ساری دنیا سے تمام مذہبی جھگڑے اور اختلافات ختم کئے جا سکتے ہیں اور عالمگیر امن کی بنیاد پڑتی ہے۔ اور ساتھ ہی نوعِ انسان کی وحدت کی طرف قدم اٹھتا ہے۔ اور علیحدگی پسندی کی رُوح ختم ہوتی ہے ــــ!!

مذہب وہ مقدس ذریعہ ہے جس نے الوہیت باری تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ سبھی انسانوں کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع کر دیا ہے۔ اس صورت میں اُن کے باہمی اختلاف و انشقاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب ہر طبقہ کے لوگ اس اہم امر کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں جسے اسلام نے بطور اصول پیش کیا ہے کہ تمام مذہبی پیشوا ایک ہی جوہر کے ٹکڑے تھے اور ایک ہی مجمع الانوار سے اکتسابِ نور کرنے والے۔ تھے تو کوئی بھی جھگڑا باقی نہیں رہتا۔ اور سب مذہب پسند لوگ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں ــــ!!

بے شک مرورِ زمانہ کے سبب مذاہب کی تفصیلی تعلیمات میں اختلاف ہوا۔ مگر خدا کی ذات اور اس کے ساتھ انسان کا تعلق پیدا کرانے والوں کی مساعی کے لحاظ سے سبھی مذاہب ایک ہی نوع کی تعلیم رکھتے ہیں۔ پس اس نکتہ پر سب اہلِ مذاہب کا جمع ہو جانا موجبِ برکت ہے۔ جیسا کہ اُوپر بیان ہوا ایک مسلمان سچے دل سے دنیا کے تمام دیگر مذاہب کے پیشواؤں کو اسی طرح قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس طرح وہ اپنے بزرگوں کو۔ اسلئے وہ دُوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے بھی اسی طرح کے جذبات کے اظہار کی توقع رکھتا ہے۔ تا وہ پُر امن ماحول تیار ہو جس کے لئے اس وقت دنیا ترس رہی ہے ــــ!! اور یہی وہ بیش قیمت نصیحت ہے جو کہ ہر زمانے کے مذہبی پیشوا نے اپنے ماننے والوں کو تعلیم دی ہے۔ اور قرآن کریم نے بھی ان کے اس پیغام اور کردار کے سبب سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ کے مبارک الفاظ کے ساتھ اُنہیں یاد کیا ہے ــــ اسلئے آؤ ہم سب مل کر کہیں:-

پیشوایانِ مذاہب زندہ باد ــ!!

اور یہی وہ نعرہ ہے جس کی اس وقت دُنیا کو بے حد ضرورت ہے ــ!!

جماعتِ احمدیہ کیرنگ کا سالانہ جلسہ:

مورخہ ۳، ۴ ہجرت (مئی) ۱۳۴۸ ہش کو منعقد ہو رہا ہے۔ جماعت کی خواہش کے پیش نظر میں اس مرتبہ بھی انشاء اللہ اس جلسہ میں شرکت کروں گا۔ ہندوستان کی جملہ جماعتوں خصوصاً اڑیسہ کی جماعتوں کے احباب کو چاہیئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس جلسہ میں شریک ہو کر اس جلسہ کو کامیاب بنائیں۔ خاکسار: مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان۔

تبرکات

ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت

از قلم حضرت اقدس المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

اہم مضامین پر اخبار میں قلم اُٹھانے کے یہی معنی ہوا کرتے ہیں کہ اُن کے کسی ایک پہلو پر روشنی ڈال دی جائے۔ ورنہ جو مضامین کہ سینکڑوں صفحات کے محتاج ہیں انہیں ایک دو صفحات میں لے آنا یقیناً انسانی طاقت سے بالا ہے۔ میں بھی مذکورہ بالا مضمون کے متعلق جو اپنی تفصیلات کے لئے بیسیوں مجلدات کا محتاج ہے بلکہ پھر بھی ختم نہیں ہو سکتا یہی طریق اختیار کروں گا۔

خدا تعالیٰ کا کلمہ

انبیاء خدا تعالیٰ کا کلمہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (کہف) تو کہہ دے کہ اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور اُن سے میرے کلمات کی توضیح اور تشریح کی جائے تو سمندر ختم ہو جائیں گے مگر میرے کلمات کے کمالات کا بیان ختم نہ ہوگا خواہ اسی قدر سیاہی ہم اور بھی کیوں نہ پیدا کر دیں۔ غرض نبوت کا مضمون تو ایک نہ ختم ہونیوالا مضمون ہے۔ مگر موقع کے لحاظ سے اس کا ایک قطرہ پیش کیا جا سکتا ہے

نبی کے کام

قرآن کریم نے نبی کے چار کام مقرر فرمائے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا میں اس کا اشارہ ہے۔ اُن کی دُعا قرآن کریم میں یوں نقل ہے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (بقرہ ع ۱۵) اے ہمارے رب اہلِ مکہ میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما جو انہیں میں سے ہو اور ان کو تیرے نشانات سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی باتیں سکھائے اور انہیں پاک کرے۔

ایک سرسری نگہ ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نبی کے کاموں کا ایک بہترین نقشہ ہے جو اس دُعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھینچ دیا ہے۔ نبی کا کام (۱) اللہ تعالیٰ کی آیات کا سنانا (۲) کتاب کا سکھانا (۳) حکمت کی باتوں کی تعلیم دینا اور (۴) لوگوں کے نفوس کو پاک کرنا ہے کیا اس سے زیادہ مختصر الفاظ میں کوئی اور نقشہ نبی کے کاموں کا کھینچا جا سکتا ہے؟ آؤ اب ہم دیکھیں کہ ان کاموں کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ثابت ہوتے ہیں؟

نبی کا پہلا کام آیات سُنانا

پہلا کام نبی کا آیات کا سُنانا بتایا گیا ہے۔ آیۃ کے معنی عربی زبان میں عبرت اور دلیل کے ہوتے ہیں جو چیز کسی اور چیز کی طرف رہنمائی کرے وہ آیۃ ہے۔ پس آیات کے سُنانے کا یہ مطلب ہوا کہ ایسی باتیں بتائیں جو اُمورِ غیبیہ پر ایمان لانے کا موجب ہوں۔ کیونکہ اُمورِ غیبیہ ایسے اُمور ہیں کہ انسان ان تک خود نہیں رسائی پا سکتا۔ خدا تعالیٰ کا وجود سب سے مقدم ہے بلکہ ایک ہی حقیقی وجود ہے مگر وہ اس قدر وراء الورا ہے کہ اس تک پہنچنا انسانی طاقت سے بالا ہے۔ اس تک پہنچنے کا ذریعہ محض وہ دلائل اور براہین اور وہ عرفان اور مشاہدہ ظہور صفاتِ الٰہیہ ہو سکتا ہے جو ہمیں اس کے قریب کرتے اور اُس کے وجود کے متعلق ہمارے دلوں میں کوئی شک باقی نہ چھوڑے۔ یہی حال قانونِ قدرت کے ظہور کا اور ملائکہ کا اور رسالت کا اور کلامِ الٰہی کا اور بعث بعد الموت کا ہے۔ اُن میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں کہ جس کی سمجھ انسان کو براہ راست ہو سکتی ہو۔ بلکہ اُن میں سے ہر اک شے ایسے دلائل کی محتاج ہے جو ہمیں رُوحانی اور عقلی طور پر ان کے قریب کر دیں۔ اُن سے ہمیں ایسا اتصال بخش دے کہ گویا ہم نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

امور مذکورہ بالا کی اہمیت اس امر سے ثابت ہے کہ جس قدر بھی مذاہب ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں ان امور پر ایمان لانے کو ضروری سمجھتے ہیں اور کسی نہ کسی نام کے نیچے ان امور کو اپنے معتقدات میں شامل رکھتے ہیں۔ خواہ تشریحات میں کس قدر ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ پس جو شخص بھی ان اُمور پر ایمان لانے کو ہمارے لئے آسان کر دیتا ہے اور ہمیں ایسے مقام پر کھڑا کر دیتا ہے کہ جس جگہ کھڑے ہو کر ان امور کا گویا ایسا مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ اس کے بعد کسی شک کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ وہ نبوت کے کام کو اپنے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔

صفاتِ الٰہی کا بیان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر جب ہم غور کرتے ہیں اور آپ کے کام کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ مذکورہ بالا کام کو آپ نے ایسے بے نظیر طریق پر کیا ہے کہ اس کی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ خدا تعالیٰ کے وجود کے متعلق سب سے پہلی چیز اس کی صفات کا بیان ہے۔ ایک غیر محدود ہستی ہونے کے لحاظ سے وہ اپنی صفات ہی کے ذریعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص صفاتِ الٰہیہ کو اس طرح بیان نہیں کرتا کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عظمت دلنشین ہو اور دُوسری طرف عقل اُن کا اس حد تک ادراک کر سکے جس حد تک کہ ان کا سمجھنا انسانی عقل کے لئے ممکن ہو، وہ ہرگز خدا تعالیٰ تک بندوں کو پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

توحیدِ الٰہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صفات خدا تعالیٰ کی بیان کی ہیں وہ ایسی ہیں کہ ایک طرف تو عقلِ انسانی ان سے تسلی پا جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ ایک غیر محدود اور قادر اور خالق ہستی کے بالکل شایانِ شان ہیں۔ آپ ایک طرف تو خدا تعالیٰ کو تمام مادی قیدوں اور ظہوروں اور جلوؤں سے پاک ثابت کرتے ہیں اور اس کی توحید پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ تمام آلائشوں اور نقصوں سے اسے پاک قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کی محبت اور اپنی مخلوق کو اعلیٰ درجہ کے مقامات تک پہنچانے کی خواہش کو ایسے واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ انسانی دل محبت سے بھر جاتا ہے۔ اور عقل مطمئن ہو جاتی ہے۔ مگر آپ اسی پر بس نہیں کرتے آپ اس اصل کو دُنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ وہ اُمور جن پر ایمان لانا انسان کی نجات کے لئے ضروری ہو اُن پر ایمان لانے کی بُنیاد صرف عقلی دلیل پر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ مشاہدہ پر ہونی چاہیئے تاکہ دِل شرک و شبہ کے احتمال سے بھی پاک ہو جائے اور آپ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات اس کے خاص بندوں کے لئے ایسے خاص رنگ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں کہ اُن کے معجزانہ ظہور کو دیکھ کر انسان کا دل یقین کی آخری کیفیات سے لبریز ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کی حقیقت

ملائکہ کے متعلق جہاں ایک طرف آپ نے ان لوگوں کے خیالات کو رد کیا ہے جو اُن کے وجود ہی کے منکر ہیں وہاں اُن لوگوں کے خیالات کو بھی رد کیا ہے جو انہیں بادشاہی درباریوں کی حیثیت میں پیش کرتے ہیں۔ اور بتایا ہے کہ ملائکہ نظامِ عالم کے رُوحانی اور جسمانی سلسلہ میں اسی طرح ضروری وجود ہیں کہ جس طرح دوسرے نظر آنے والے اسباب۔ وہ ایک مادی خدا کے دربار کی رونق نہیں ہیں بلکہ ایک غیر مادی خدا کے احکامِ تکوین کی پہلی کڑیاں ہیں۔ اور رُوحانی اور جسمانی سلسلے پوری طرح اُن پر قائم ہیں۔ اور جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ملائکہ کے بغیر کائنات کا وجود ناممکن ہے۔

قانونِ قدرت کیا ہے؟

آپ نے قانونِ قدرت کو ایسا قریب الفہم کر دیا کہ مادی علل و اسباب کا دیکھنے والا سائنسدان اور عقلی موجبات کی موشگافی کرنے والا فلسفی اور رُوحانی اثرات پر نگہ رکھنے والا صوفی اور موٹی موٹی باتوں سے نتیجہ نکالنے والا عامی یکساں طور پر تسلی پا گیا۔ ہر اک نے اسے اپنے اپنے نقطۂ نگہ سے دیکھا، غور کیا اور اطمینان کا سانس لیا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی تصدیق کر دی کیونکہ مختلف پہلوؤں سے غور کرنے کے بعد جیسا ایک ہی

فضائلِ انبیاء کرام علیہم السلام

از حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر رسولے آفتابِ صدق بود　　　ہر رسولے بود مہرِ انورے

ہر رسول سچائی کا سورج تھا۔ ہر رسول نہایت روشن آفتاب تھا!

ہر رسولے بود ظلّ دیں پناہ　　　ہر رسولے بود باغِ مثمرے

ہر رسول دین کو پناہ دینے والا سایہ تھا۔ اور ہر رسول ایک پھل دار باغ تھا

گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک　　　کار دیں ماندے سراسر ابترے

اگر یہ پاک جماعت دنیا میں نہ آتی تو دین کا کام بالکل ابتر رہ جاتا!

آں ہمہ از یک صدف صد گوہر اند　　　متحد در ذات و اصل و گوہرے

وہ سب ایک سیپی کے سَو موتی ہیں۔ جو ذات اور اصل اور چمک میں یکساں ہیں

اوّل آدم آخرش احمد است　　　اے خنک آنکس کہ بیند آخرے

اُن میں پہلا آدم اور آخری احمدؐ ہے۔ مبارک وہ جس نے آخری کو دیکھا

نتیجہ نکلے تو اس نتیجہ کی صحت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

رسالت اور کلامِ الٰہی کی ضرورت

آپ نے رسالت اور کلامِ الٰہی کی ضرورت کو قانونِ قدرت کی مثالوں سے ثابت کیا۔ وہ خدا جس نے جسمانی آنکھ کیلئے سورج کو پیدا کیا ہے کس طرح ممکن ہے کہ روحانی آنکھ کو کام کے قابل بنانے کے لئے اس نے روحانی سورج اور روحانی نور نہ پیدا کیا ہو۔ حالانکہ جسمانی آنکھ کا تعلق تو ایک محدود عرصہ سے ہے۔ لیکن روحانی بینائی کا اثر انسان کی تمام آئندہ زندگی پر ہے خواہ اس دنیا کی ہو خواہ اگلے جہان کی۔

بعث بعد الموت

بعث بعد الموت کے متعلق بھی آپ نے مختلف پیرایوں سے بحث کی اور ایسے رنگ میں اسے پیش کیا کہ وہ ایک خالص علمی مسئلہ کی بجائے ایک عملی مسئلہ بن گیا۔ انسانی اعمال ایک زبردست جزاء کے طالب ہیں اور وہ جزاء اس امر کی مقتضی ہے کہ اسے دوسری زندگی تک مخفی رکھا جائے۔ کیونکہ اس عظیم الشان جزاء کے ظاہر ہو جانے پر انسانی اعمال اختیاری نہیں رہیں گے بلکہ ایک رنگ میں غیر اختیاری ہو جائیں گے۔ عالمِ آخرت ایک نئی دنیا نہیں ہے بلکہ اسی دنیا کا ایک تسلسل ہے جس میں مادیات کے اثر سے آزاد ہو کر انسانی روح اسی راستہ پر بلا روک ٹوک چلنا شروع کر دیتی ہے جو اس نے اپنے اعمال کی داغ بیل ڈال کر اپنے لئے تیار کیا تھا۔ خدا تعالیٰ ایک غم و غصہ سے پُر بادشاہ نہیں۔ اس کی صفات کے تقاضے نے انسان کو پیدا کیا تھا اور وہی صفات اس امر کی متقاضی ہیں کہ انسان آخرکار اپنے مقصد کو پا جائے اور کوئی پہلے اور کوئی پیچھے آخر اس وجود سے پیوست ہو جائے جس وجود کی رحمت اُسے عالمِ وجود میں لائی تھی۔

غرض ہر ایک مخفی مسئلہ کو جسے ایمان کی بنیاد تھی وہم اور شک کے بادلوں سے نکال کر ایک چمکتے ہوئے سورج کی روشنی کے نیچے آپ نے رکھ دیا تاکہ ہر شخص اپنی عقل کی آنکھ سے اُسے دیکھ سکے اور اپنے روحانی ادراک سے اُسے چھو سکے اور وہم اور وسوسہ سے نکل کر یقین اور اطمینان حاصل کر سکے۔

نبی کا دوسرا کام۔ تعلیمِ کتاب

دوسرا کام نبی کا تعلیمِ کتاب ہے۔ اس کام کو بھی آپ نے ایسے رنگ میں پورا کیا ہے کہ کسی اور وجود میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے سب سے اول تو یہ بتایا کہ شریعت ایک فضل ہے۔ انسان اپنی دنیوی اور اخروی زندگی کی بہتری کے لئے اس امر کا محتاج ہے کہ خدا تعالیٰ خود اس پر اپنی مرضی کا اظہار کرے تاکہ اس روحانی سفر میں جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے کاموں کی بنیاد شک اور وہم پر نہ ہو بلکہ یقین اور وثوق پر ہو۔ شریعت ایک بوجھ نہیں جو آگے ہی بوجھ سے دبے ہوئے انسان کو کچلنے کے لئے اس کے سر پر رکھ دیا گیا ہے۔ وہ کسی سزا کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ محبت کے تقاضے کے ماتحت اس کا نزول ہوا ہے اور ان مخفی گڑھوں اور یکدم چکر کھا جانے والے موڑوں اور سربلند اور سیدھی پہاڑیوں اور تیز اور سرعت سے بہنے والی ندیوں اور حد سے جھکی ہوئی شاخوں اور کانٹے دار جھاڑیوں اور گندگی اور میلے کے ڈھیروں سے مطلع کرنے کے لئے اتاری گئی ہے جو اس لمبے سفر میں انسان کے لئے تکلیف کا موجب اور اُسے اس کے سفر کو آرام سے طے کرنے سے محروم کر دینے کا باعث ہو سکتی ہیں۔ وہ نہ سزا ہے نہ امتحان بلکہ رہنما ہے اور ہادی۔ اس کا کوئی حکم خدا تعالیٰ کی شان کو بڑھانے والا نہیں بلکہ ہر ایک حکم انسان کی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہے۔

عالمگیر شریعت

آپ نے دنیا کے سامنے یہ ایک نیا طریق پیش کیا کہ شریعت عالمگیر ہونی چاہیئے اور اس میں مختلف طبائع اور مختلف طاقتوں کا لحاظ رکھا جانا چاہیئے جو کتاب کہ مختلف طبائع اور مختلف طاقتوں کا لحاظ نہیں کرتی وہ گویا دنیا کے ایک حصہ کو نجات پانے سے بالکل محروم کر دیتی ہے اور اس طرح خود اس غرض کو معدوم کر دیتی ہے جس کے لئے اُسے دنیا میں بھیجا گیا تھا۔

شریعت کے دو اہم امور

تیسرا اصل کتاب کی تعلیم میں آپ نے یہ مدنظر رکھا کہ شریعت کے لئے ضروری ہے کہ وہ دو اہم ضرورتوں کو پورا کرے۔ ایک طرف تو اس میں ان تمام ضروری امور کے متعلق ہدایت ہو جن کا مذہبی، روحانی اور اخلاقی ترقی کے ساتھ تعلق ہے اور دوسری طرف انسان کی ذہنی ترقی کے لئے اس میں گنجائش ہو اور وہ انسانی دماغ کو بالکل جامد بنا کر اس میں سڑاند نہ پیدا کر دے۔ ان دو اصولوں کے ماتحت آپ نے ان دو خطرناک راستوں کو بند کر دیا جو حقیقی روحانیت کو تباہ کرنے کا باعث بن جایا کرتے ہیں یعنی اباحت کے راستہ کو بھی جو انسان کے روحانی مفاد کو مادی لذات کی قربان گاہ پر قربان کروا دیا کرتا ہے۔ اور تقلیدِ جامد کے راستہ کو بھی جو انسانی دماغ کو ایک سڑتے ہوئے تالاب کی طرح بنا کر اُن بدبوؤں کا مرکز بنا دیتا ہے جو نشوونما کی تمام قابلیتوں کو جلا کر رکھ دیتی ہیں۔

نبی کا تیسرا کام۔ تعلیمِ حکمت

تیسرا کام نبی کا تعلیمِ حکمت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام میں بھی ایک بےنظیر مثال قائم کی ہے۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے باوجود خدا تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کے بےنظیر اظہار کے اِس امر پر بھی زور دیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وہ جو چاہے حکم دے اور کسی کو اس کی وجہ دریافت کرنے کی مجال نہ ہو۔ وہ اگر قادر ہے تو غنی بھی ہے۔ کسی حکم میں خود اس کا اپنا فائدہ مدنظر نہیں ہوتا۔ اور پھر وہ حکیم بھی ہے وہ کوئی حکم نہیں دیتا جس میں کہ کوئی حکمت نہ ہو۔ پس کسی تعلیم کے خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس کی جزئیات تمام حکمتوں سے اور اس کے احکام تمام علتوں سے خالی ہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف کسی بات کا منسوب ہونا ہی اس امر کا ضامن ہے کہ وہ بات ضرور حکمتوں سے پُر اور مقاصدِ عالیہ سے وابستہ ہے ورنہ وہ حکیم اور غنی ہستی اس کا حکم کیوں دیتی؟ اس اصل کے ماتحت آپ نے اپنی تمام تعلیم کی حکمتیں ساتھ ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ ہر ایک بات جس کا حکم دیا ہے اس کے ساتھ بتایا ہے کہ اس کے کرنے کے کیا فوائد ہیں اور اس کے نہ کرنے کے کیا نقصانات ہیں اور ہر ایک بات جس سے روکا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بتایا ہے کہ اس کے کرنے سے کیا نقصانات ہیں اور اس کے نہ کرنے میں کیا فوائد ہیں۔ پس آپ کی تعلیم پر عمل کرنیوالا اپنے دل میں انقباض نہیں محسوس کرتا بلکہ ایک جوش اور خوشی محسوس کرتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ جو حکم دیا گیا ہے اس میں بھی میرا خصوصاً اور دنیا کا عموماً فائدہ ہے اور جس امر سے مجھے روکا گیا ہے اس میں بھی میرا خصوصاً اور دنیا کا عموماً نقصان ہے اور یہ بشارت اس کے اندر ایک ایسی خوشگوار تبدیلی پیدا کر دیتی ہے کہ شریعت پر عمل کرنا اُسے ناگوار نہیں گزرتا بلکہ وہ اس پر عمل کرنے کو ایک ضروری فرض سمجھتا ہے اور اُسے ایک چٹی نہیں خیال کرتا بلکہ ایک عظیم الشان رحمت خیال کرتا ہے۔

نبی کا چوتھا کام۔ تزکیہ نفوس

چوتھا کام ایک نبی کا تزکیہ نفوس ہے۔ یعنے لوگوں کے دلوں کو پاک کر کے اُن کے اندر ایسی قابلیت پیدا کرنا کہ وہ خدا تعالیٰ سے اتصالِ تام حاصل کر سکیں اور اس کے فیوض کو اپنے نفس میں جذب کر کے بقیہ دنیا کیلئے اس کے مظہر اور اس کی قدرتوں کی جلوہ گاہ بن سکیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو اس احسن طریق پر پورا کیا ہے کہ دوست تو دوست آپ کے دشمن بھی اس کام کے قائل ہیں۔ جس ملک میں آپ پیدا ہوئے اور جس قوم کے آپ ایک فرد تھے اس کی جو حالت تھی وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ خود اس زمانہ کی عام حالت بھی اچھی نہ تھی۔ عرب جو آپ کا ملک تھا اس کے سوا دوسرے ممالک بھی مذہبی، اخلاقی، علمی اور عملی حالت میں اچھے نہ تھے۔ گویا ایک رات تھی جو سب دنیا پر چھائی ہوئی تھی اوّل تو پہلے مذاہب کی پاک تعلیموں کو ہی لوگوں نے بگاڑ دیا تھا دوم جو کچھ پہلی تعلیموں میں سے موجود تھا اس پر بھی عمل نہ تھا مذہب تو ایک بالا چیز ہے معمولی انسانیت بھی مُردہ ہو چکی تھی۔ اور شرافت مفقود ہو رہی تھی۔ شرک و بدعت اور گندی رسوم ایکدوسرے کا حق مارنا۔ فسق و فجور۔ ظلم۔ قتل و غارت بےشرمی اور بےحیائی۔ جہالت۔ سستی۔ نکماپن۔ تفرقہ۔ شراب خوری۔ جوئے بازی۔ کبر۔ خود پسندی غرض ہر ایک عیب اُس وقت موجود تھا اور اس کے مقابل کی ہر ایک نیکی مفقود تھی۔ یہاں تک کہ بدی کا احساس بھی مٹ گیا تھا۔ اور اس کے ارتکاب پر بجائے شرمندگی محسوس کرنے کے فخر کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں پیدا ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کو اپنی تربیت کیلئے چُنا۔ جو اس تاریک زمانہ میں بھی سب قوموں سے گندہ اور بدیوں میں بڑھی ہوئی تھی۔ نظامِ حکومت اس کے اندر اس قدر مفقود تھا کہ اُسے سب سے زیادہ فخر اپنی لامرکزیت پر تھا۔ اس قوم کے اندر اپنی پاکیزگی کی روح آپ نے پھونکنی شروع کی جیسا کہ قاعدہ ہے جس چیز کو جی نہ چاہے انسان اس کا مقابلہ کرتا ہے۔ لوگوں نے آپ کا مقابلہ شروع کیا اور سخت ہی مقابلہ کیا مگر آپ استقلال اور صبر سے اپنا کام کرتے چلے گئے اور لوگوں کی مخالفت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی۔ ماریں کھائیں گالیاں سُنیں طعنے سُنے۔ سب کچھ برداشت کیا مگر دنیا کی گمراہی کو برداشت نہ کیا۔ آخر ایک ایک کر کے لوگوں کے دلوں پر فتح پانی شروع کی۔ سالہا سال تک یہ مقابلہ جاری رہا۔ بڑے بڑے قوی دل، دل ہار گئے مگر آپ نے دل نہ ہارا جس طرح پانی پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے بہتے بہتے نرمی سے ملائمت سے اپنا راستہ نکال لیتا ہے اور آخر ایسی نشیب والی جگہیں پیدا کر لیتا ہے جن پر وہ آسانی کے ساتھ بہہ سکے اسی طرح آپ نے اپنے نیک نمونہ سے اور مؤثر وعظ سے دنیا کی اصلاح کا کام جاری رکھا یہاں تک کہ وہ دن آ گیا کہ پاکیزگی اور طہارت کی خوبی کے دل سے قائل ہو گئے روحانی مُردوں نے اپنے اندر ایک نئی روح۔ ٹھٹھرے ہوؤں نے تمازتِ آفتاب۔ بیماروں نے صحت کے آثار اور کمزوروں نے ایک طاقت کی لہر اپنے اندر محسوس کرنی شروع کی۔ دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ جہاں ظلم اور تعدی کی حکومت تھی وہاں عدل اور انصاف کا دور دورہ ہو گیا۔ جہاں جہالت کے بادل چھا رہے تھے وہاں علم کا سورج چمکنے لگا۔ جہاں بُرودت اور جمود چھائے ہوئے تھے وہاں عمل اور سعی کی گرم بازاری ہو گئی۔ نسلِ انسانی نے سانس لیا۔ کروٹ بدلی اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس معجزانہ تغیر پر نظر ڈالی جو محمد رسول اللہ کی بےنفس جدوجہد نے پیدا کر دیا تھا۔ اور بےاختیار ہو کر چلّا اُٹھی کہ بیشک تو نبی ہے بلکہ نبیوں کا سردار۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلّیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم انّک حمید مجید۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔

خاکسار
مرزا محمود احمد۔

(منقول از "الفضل" "خاتم النبیین نمبر" مجریہ ۵/۲۹ ص ۳)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانی جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

دنیا کے ہاؤ ہو اور ہر قسم کے ہنگاموں سے دور ایک زاویہ گمنامی اور گوشۂ تنہائی میں بیٹھے عبادت و ریاضت کرتے کرتے جزو مسجد بن جانے والے ایک فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول شخص کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا"

جس مکین گنج عزلت کو یہ الہام ہو رہا ہے اس کی شہرت تو اس کے گھر کی چار دیواری میں بھی نہیں ہے گھر سے باہر یا بیرونی دنیا میں شہرت ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ جس شخص کو اس کی تبلیغ کے "دنیا کے کناروں" اور "زمین کے کناروں" تک پہنچا دینے کی پُر شوکت بشارت دے رہا ہے اسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ دنیا کے کنارے ہیں کہاں تک۔!

اس زمانہ کی ایک کیفیت تو یہ ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے پاس ان کا کوئی سکھ دوست جو علاقہ کا رئیس ہے آتا ہے اور کہتا ہے مرزا صاحب سنتا ہے کہ آپ کا ایک چھوٹا بیٹا بھی ہے مگر اسے کبھی دیکھا نہیں۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے ہیں ہاں لڑکا تو ہے مگر وہ تو مسیتڑ ہے اور وہ نئی شادی شدہ دلہنوں کی طرح بہت ہی شرمیلی طبیعت رکھتا ہے۔ اسے دیکھنا ہو تو مسجد کے کسی کونے میں جا کر دیکھ لو۔

اس زمانہ کی دوسری کیفیت یہ ہے کہ عالم اسلام پر ایک جمود طاری ہے۔ اور اہل اسلام اپنی بے عملی اور عدم تنظیم کے باعث انتہائی پستی اور مایوسی کا شکار ہیں۔ مایوسی بھی اس قدر کہ مولانا حالی نے مسلمانوں کو ایک وفات یافتہ قوم قرار دے کر ایک مرثیہ بنام "مدوجزر اسلام" لکھ دیا تھا۔

اس زمانہ کی تیسری کیفیت یہ ہے کہ اعدائے اسلام نے اسلام کو جسد بے جان اور مسلمانوں کو فی الواقع مردہ قوم گردان کر اپنے حملوں کو تیز تر کر دیا تھا اس یقین کے ساتھ کہ اسلام بس آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اور چند دن کا مہمان ہے

ان غیر معمولی، نامساعد اور سراسر مخالف حالات میں اسلام کی سربلندی کے لئے کوئی کوشش یا دعوے کرنا صرف کسی ایسے ہی شخص کا کام ہو سکتا تھا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان نبوت سے فیضیاب اور اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص تائیدات کا حامل ہوتا

چنانچہ اغیار کی طرف سے اسلام اور اہل اسلام کو صفحۂ گیتی سے یکسر نیست و نابود کر دینے کے بلند بانگ دعووں کی گونج کے درمیان دنیا نے ایک غیر متوقع، انوکھی اور پُر شوکت آواز سنی ؎

اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن

قادیان کی گمنام سی بستی سے اٹھنے والی یہ آواز گنبد سپہر سے ٹکرا کر مذہبی دنیا کی فضاؤں میں ایک تہلکہ بپا کر گئی۔ اور دنیا کے دور دراز گوشوں تک اس کی بازگشت مخالفین اسلام کے لئے ایک صاعقہ اور چیلنج بن گئی۔ اور اس کے رد عمل کے طور پر کچھ حق میں اور اکثر خلاف آوازیں سنائی دینے لگیں۔ مثلاً

۱۔ وہ لوگ جو مسلمانوں کی پستی کے بارہ میں فکر مند اور متاسف تھے اور دل کی گہرائیوں سے یہ چاہتے تھے کہ کوئی چیلنج کرنے والا اسلام اٹھے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا مورد بن کر کھڑا ہو اور اہل اسلام کے جسد بے جان میں پھر سے نئی روح ڈال کر قُم باذن اللہ کا زندگی بخش نعرہ لگائے اور مخالفین اسلام کے غرور کو خاک میں ملا کر اسلام کو پھر قرن اول کی سربلندیوں سے ہمکنار کر دے۔ وہ اس آسمانی آواز کے سنتے ہی بے اختیار کہہ اٹھے ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

۲۔ وہ لوگ جو اسلام کو صفحۂ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا ہوا دیکھنے کے لئے کوشاں اور آرزو مند تھے انہوں نے کہا یہ آواز تو ایک دیوانے کی بڑ سے زیادہ کچھ نہیں۔ اور مرزا صاحب تو یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے خدا نے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ یاد رکھے گا۔

لیکن میرا "خدا کہتا ہے چند روز تک قادیان میں نہایت ذلت و خواری کے ساتھ کچھ تذکرہ رہے گا پھر معدوم محض ہو جائے گا۔"

اور پھر بڑی تعلّی کے ساتھ یہ کہا کہ مرزا صاحب کو تو ان کے خدا نے یہ کہا ہے کہ میں "تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

مگر میں کہتا ہوں کہ

"جب خود محمد صاحب کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو آپ کس باغ کی مولی ہیں"

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۶ وغیرہ)

۳۔ پھر وہ لوگ جو علمائے اسلام کہلاتے تھے۔ یا پشت ہا پشت سے سجادہ نشینی اور پیری مریدی جن کا پیشہ تھا اور جو اسلام کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے وہ بھی خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئے۔ اس لئے نہیں کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے بلند ہونے والی اس آواز کی حمایت کریں بلکہ اس لئے کہ وہ اغیار کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر اس آواز کو دبا دیں۔ کیونکہ یہ آواز ان کی جاگیر اور اجارہ داری میں مداخلت بے جا کے مترادف تھی۔

چنانچہ ان لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر کے سب سے پہلے تو آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ تیار کیا۔ اور اس محاذ کے کنوینر نے پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں پھر کر مشاہیر علماء کے دستخط کروائے اور اس فتوے کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کر کے بزعم خود یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ نحیف و ناتواں آواز بالکل دب گئی ہے۔

دوسرا کارنامہ ان علمائے اسلام نے یہ انجام دیا کہ اس آواز پر لبیک کہہ کر جماعت احمدیہ میں شامل ہونے والے ہر شخص کو کافر اور گردن زدنی قرار دے دیا۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ جماعت احمدیہ میں داخل ہونے والے کسی شخص کو کسی بھی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور یہ کہ جو شخص احمدیت قبول کرے اس کی بیوی کو از خود طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور پھر ان معاملات میں شدت نے یہ رنگ اختیار کیا کہ اہل اسلام کے قبرستانوں میں جماعت احمدیہ کے مُردوں کو دفن کرنے کی نہ صرف شدید ممانعت کر دی گئی بلکہ احمدی جب اپنے کسی وفات یافتہ کو دفن کر کے آتے تو اگلی صبح اس کی لاش کو قبر سے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا اور کتے اور گدھ لاشوں کو نوچتے رہتے۔ گویا جماعت احمدیہ میں شامل ہونا دنیائے پُرخار میں سے ننگے پاؤں گزرنا تھا۔ اور اپنے اوپر ایک موت وارد کرنا تھا۔ سنتے تو یہاں تک ہیں کہ وہ خوش قسمت لوگ جنہوں نے اس زمانہ میں مخالفین احمدیت کی طرف سے مخالفت کی دہکائی ہوئی بھٹیوں میں پڑ کر اور جاں بکف ہو کر احمدیت قبول کی۔

یہ حالات تھے جب اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی آواز قادیان کی مقدس بستی سے بلند ہوئی ظلمت کے فرزندوں نے اپنی پوری قوت اور ہر قسم کے حربے استعمال کر کے اس آواز کو دبا دینے کی کوشش کی لیکن ان کی ہر کوشش کے بعد وہ آواز پہلے سے بھی زیادہ بلند ہوتی چلی گئی۔ اور [illegible] کے پڑھنے عداوت کے طوفانوں اور خون کے دریاؤں میں سے گزر کر [illegible] کے [illegible]

یہ صورت حال یقیناً [illegible] کے لئے باعث ماتم اور ان کی [illegible] کو بھڑکانے والی تھی۔ چنانچہ احمدیت کو مٹا دینے کا دعویٰ کرنے والے متحدہ محاذ کے سرخیل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اعلان کیا کہ

"اس صورت میں اشاعۃ السنہ کا [illegible] حفظ و حمیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو دبانے کے ۔ ۔ ۔ اور اس کی موجودہ جماعت کو [illegible] میں کوشش کرے [illegible] حضوصاً اہل [illegible] ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچائے"

"اشاعۃ السنہ نے جیسا کہ اس (حضرت مرزا صاحب ۔ ناقل) کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لا دے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہو تب تک [illegible] شدید کسی

دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے"
(اشاعۃ السنہ ۱ جلد ۱۳ صفحہ ۴ ۱۸۹۰ء)

گویا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنی تمام ذہانی اور علمی صلاحیتوں کو اس غرض کے لئے وقف کر دیا تھا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ناکامی سے ہمکنار کر دیں گے۔ پھر ان کے اس اعلان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک جماعت احمدیہ کی تعداد اتنی قلیل تھی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بزعم خود اس جماعت کو مٹا دینے کی طاقت رکھتے تھے۔ اور مولوی صاحب نے یہ دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اپنی ساری توانائیاں اور صلاحیتیں کو بروئے کار لا کر اپنی سی پوری کوشش بھی کی۔ کہ احمدیت کا ننھا سا پودا ان کی مخالفت کے زوردار طوفان سے اکھڑ جائے اور آندھیاں اور بگولے اس اکھڑے ہوئے پودے کو اڑا کر دور سے کسی نعرہ گمنامی میں پھینک دیں۔

بدقسمت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی! انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ پودا اس طاقتور ہستی کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے جس کے سامنے ایسے لاکھوں کروڑوں مولویوں کی تو کیا حیثیت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کیلئے چشم پُرآب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے!

اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کریگا اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک

وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے منہ اور ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور ...... خدا کے ماموروں کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ تم مجھے تباہ کرو۔"
(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۶-۱۷)

اللہ اللہ! کیا مقام ہے اس عظیم الشان انسان کا۔ اور کس قدر یقین سے پُر ہیں یہ الفاظ۔ اور کتنے صادق ہیں یہ اقوال اور کس قدر پُرشوکت و عظمت ہے یہ جواب ان لوگوں کی تعلّیوں کا جو احمدیت کے بظاہر ننھے سے پودے کو اکھاڑ پھینکنے کے مذموم اور بلند بانگ دعوے کر رہے تھے۔ ایک طرف اعدائے احمدیت ہیں جو اپنی طاقت، قوت اور جتھہ کے نشے میں مخمور ہو کر احمدیت کو مٹا دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور دوسری طرف خدا کا ایک جری پہلوان ہے جو اپنی طرف سے کوئی دعوے نہیں کرتا بلکہ جو کچھ کہتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کہتا ہے۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ میں یوں کر دوں گا بلکہ فرماتا ہے میرا خدا یوں کر دے گا۔ گویا مخالفین احمدیت کی یہ جنگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نہیں تھی بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تھی۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

"خدا سے مت لڑو۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ تم مجھے تباہ کرو۔"

اور ظاہر ہے کہ جس جنگ میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ارفع و اعلیٰ ذات اقدس ہو جو ساری قوتوں کا سرچشمہ ہے اور جس کے کُن کہنے سے دنیا میں بنتی اور مٹتی ہیں اور جس کے اشارہ ابرو سے کائنات کی تخلیق ہوتی اور ایک جنبش لب سے قیامتیں برپا ہوتی ہیں اس کا مقابلہ حقیر و ذلیل انسان کب کر سکتے ہیں۔ اور کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے۔

اور یوں مخالفتوں کی آندھیوں اور بپھرے ہوئے طوفانوں کے درمیان احمدیت کا قافلہ رواں دواں ہوا۔ اور صورت یہ رہی کہ رواں دواں وہ چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر رُکتا اور رُک رُک کر

بڑھتا رہا اس کی راہ میں بڑے بڑے پہاڑ آئے مگر دریاؤں کی تیز روانیاں بھلا ایسی روکوں کو کب خاطر میں لاتی ہیں۔ وقت گزرتا رہا۔ ان ہی سالوں نے اس چھوٹے سے قافلے کو روکنے کے لئے اپنی بلند قامتی اور سنگلاخی کے بل پر بڑے بڑے دعوے بھی کئے اور اپنے دعووں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بھرپور کوششیں بھی کیں۔ دیکھئے نا! اسی بستی قادیان میں مجلس احرار کے قائد اور شعلہ بیان مقرر سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے بڑی تحدی کے ساتھ جماعت احمدیہ کو یوں مخاطب کیا

"مسیح کی بھیڑو! تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا جس سے اب سابقہ ہوا ہے یہ مجلس احرار ہے اس نے تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے"

(بموقعہ احرار کی تبلیغی کانفرنس بمقام قادیان ۱۹۳۴ء)

اور پھر سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے بڑے فخر و تحدی کے ساتھ سیالکوٹ کے ایک جلسہ میں یہ اعلان کیا کہ

"مرزائیت کے مقابلہ کے لئے بہت سے لوگ اٹھے لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو"

(سوانح حیات سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۱۹۳)

دنیا جانتی ہے کہ وہ ہاتھ ہی نہ رہے جن کے ذریعہ سے احمدیت کو مٹا دینے کے تحدیانہ دعوے کئے گئے تھے۔ اور دنیا جانتی ہے کہ احمدیت کا قافلہ پہلے سے بھی تیزی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے اور خدا کی قسم وہ رہی ہماری منزل! دیکھنے والے! چشم بینا سے دیکھ! منزل کے بلند و بالا مینار وہ نظر آ رہے ہیں۔ جن سے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء

آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ سو اے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"

اے مخالفینِ احمدیت! اک ذرا خدا کے لئے! آپ میں ابھی بہت سے لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے کانوں سے قادیان سے اٹھنے والی اُس ابتدائی آواز کو سنا ہو گا۔ آپ میں لاکھوں لوگ ہوں گے جنہوں نے احمدیت کی مخالفت کو انتہائی شدتوں کے ساتھ دیکھا بلکہ خود اس میں حصہ لیا۔ آپ نے ان میں ایسے لوگوں کو دیکھا ہو گا جنہوں نے "فاتح قادیان" ہونے کے دعوے کئے اور اب آپ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ احمدیت آج دنیا کے قریباً تمام ممالک میں اپنے قدم مضبوطی سے جما چکی ہے اور مبشرین احمدیت کرہ ارض کی خشکیوں اور تریوں میں سے گزرتے ہوئے دنیا کے ہر کونے میں احمدیت اور اسلام کے پرچم لہرا رہے ہیں۔ اور مخالف طاقتیں دلائل کے میدان میں ہر محاذ پر پسپا ہو رہی ہیں اور خدا کے فضل سے وہ دن دور نہیں جب احمدیت اور اسلام ہی ساری دنیا کا مذہب ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے لئے تین صدیوں کا عرصہ مقرر فرمایا ہے۔ اور گو ابھی تک احمدیت کے قیام پر صرف اسّی ۸۰ سال کے قریب عرصہ گزرا ہے مگر دنیا بھر میں احمدیت جس رفتار سے پنپ رہی ہے اس سے یہ امر یقینی طور پر سامنے آتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ پوری ہونے کا وقت قریب تر ہے

"اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلائے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا..... اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"

(تذکرۃ الشہادتین)

شری گورو نانک جی کی مقدّس تعلیم کے دو بنیادی پہلو

اللہ تعالےٰ پر اور آخرت پر ایمان

از مکرم گیانی عباد اللہ صاحب مینیجر روزنامہ الفضل ربوہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے سری گورو نانک جی مہاراج کو اولیاء اللہ میں شمار کیا ہے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ :-

"نانک کو (بھی گورو نانک جی کو۔ ناقل) اسلام کے اولیاء اور بزرگوں میں شمار کرنا چاہیئے جو اس ملک میں گزرے ہیں"
(چشمۂ معرفت ص۲۳۹)

سکھ کتب سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ گورو جی کے زمانہ کے مسلمان بھی گورو جی کو خدا تعالےٰ کا پیارا اور برگزیدہ اور ولی اللہ انسان تسلیم کرتے تھے چنانچہ جنم ساکھیوں، نانک پرکاش اور دوسری سکھ کتب میں یہ بات بالتصریح مرقوم ہے کہ رائے بلار۔ میر سید حسن۔ مولوی قطب الدین نواب دولت خاں لودھی اور بابر بادشاہ وغیرہ مسلمان گورو جی کو خدا تعالےٰ کا پیارا اور ولی اللہ ہی جانتے تھے۔ مشہور سکھ بزرگ گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ :-

"اکثر راست گو حجاج کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ یہاں (بغداد میں) ایک مکان بھی بنا ہوا ہے جس کو نانک پیر کے نام سے پکارتے ہیں اور وہاں پر عموماً لوگ انکو مسلمان پیر خیال کرتے ہیں۔"
(تواریخ گورو خالصہ اردو ایڈیشن اول ص۱۷۱)

ایک اور سکھ ودوان رقمطراز ہیں کہ پیر بدھو شاہ نے گورو نانک جی سے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ

"گورو نانک جی ولی اللہ ہوئے ہیں۔ بڑے توحید پرست (خدائے واحد کے ماننے والے) تھے..
..... مسلمان بھی انکو ولی اللہ سمجھ کر ان کی عزت کرتے ہیں"
(بابا نیاں کہانیاں ص۵۱)

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ اورنگ زیب بادشاہ نے گورو ہر رائے جی کو ایک چٹھی لکھی تھی۔ اس میں گورو جی سے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ :-

"نانک شاہ کے گھرانہ کو ہم دوسرے بُت پرست ہندوؤں کی مانند نہیں سمجھتے۔ کیونکہ نانک شاہ سچے فقیر۔ خدا رسیدہ اور صلح کل تھے۔ انہوں نے مکہ معظمہ کا حج بھی کیا تھا۔ اور بہت سی چلہ کشی بھی کی تھی۔ نیز اسلامی ممالک میں پھر کر مسلمانوں سے محبت پیدا کی تھی۔"
(تواریخ گورو خالصہ گورمکھی ص۷۶۲)

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان شروع سے ہی گورو نانک جی مہاراج کو ایک بزرگ خدا رسیدہ اور ولی اللہ تسلیم کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بھی انہیں صاحب الہام اور ولی اللہ قرار دیا ہے۔ ایک سکھ ودوان نے حضور کی مشہور و معروف کتاب ست بچن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"مرزا قادیانی (علیہ السلام) نے ایک "ست بچن" کتاب بھی تھوڑا عرصہ ہوا لکھی تھی جس میں اس نے سری گورو نانک جی کو پیروں میں سے پیر، اولیاء میں سے اولیاء .... بتا کر بہت ہی تعریف کی تھی"
(من مت پرہار ص۱۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورو جی کو صاحب الہام بھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ

یقین ہے کہ نانک تھا ملہم ضرور
(ست بچن ص۳)

ایک اور مقام پر حضور علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ

"باوا صاحب اپنی جنم ساکھیوں اور گرنتھوں میں کھلے طور پر الہام کا دعوےٰ کرتے ہیں"
(پیغام صلح ص)

گورو جی نے اس بارہ میں خود فرمایا ہے کہ :-

جیسی میں آوے خصم کی بانی
تیسڑا کریں گیان وے لالو
(تلنگ محلہ ۱ ص۷۲)

یعنی جس طرح مجھ پر میرے مالک خدا تعالےٰ کا کلام نازل ہو رہا ہے اسی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے اپنے عقاید اور خیالات کے ماتحت نہ کیا جائے

گورو نانک جی کا پیغام

سری گورو نانک جی مہاراج نے اپنی مقدس بانی کے ذریعہ جو پیغام دنیا کو دیا وہ زندگی بخش پیغام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورو نانک جی کی بانی سے متعلق فرماتے ہیں کہ :-

"ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ.....
باوا نانک صاحب کے اشعار میں توحید الٰہی کے متعلق اور سچی وحدانیت کے بیان کرنے میں عمدہ عمدہ مضامین پائے جاتے ہیں"
(ست بچن ص۱۲۵)

گورو جی کی مقدس بانی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ یعنی خدائے واحد کی ذات بابرکات پر اور آخرت پر ایمان۔ گورو جی کے نزدیک اس تمام عالم کائنات کا خالق اور مالک خدائے واحد ہے اور اسی نے ہر جاندار کو زندگی عطا کی ہے اور وہ انسان کی جان کی جان ہے۔ نیز ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدائے واحد کا پرستار ہو اور اس کی ذات صفات افعال اور عبادت میں کسی بھی دوسرے یا تیسرے کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ گورو جی کے نزدیک دو یا تین خداؤں کا نظریہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ اسے ترک کر کے خدائے واحد و یگانہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

پروفیسر کرتار سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ جب گورو جی بغداد شریف تشریف لے گئے تو وہاں پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ بات بھی بیان فرمائی ہے کہ :-

"صرف اس وجہ سے کہ میں خدائے واحد کا پرستار ہوں..... اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شامل نہ کرنے کے باعث میں مسلمان کہلانے والوں سے کہیں زیادہ اسلام کے خالص وحدانیت کے اصول کے قریب ہوں۔"

(جیون کتھا گورو نانک جی ص۲۲۲)

اس سے واضح ہے کہ گورو نانک جی اسلام کی بیان کردہ توحید کے قائل تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :-

"جہاں تک ان (گورو نانک جی) کی علمی حیثیت تھی انہوں نے دین اسلام کے عقاید کو پسند کیا ہے .....
نانک جی حسب تعلیم قرآن شریف خدا تعالےٰ کے مالک اور رب العالمین ہونے پر ایمان لے آئے تھے"
(سرمہ چشم آریہ ص۱۲۱)

جب ہم اس سلسلہ میں سری گورو نانک جی کی مقدس بانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ گورو جی خدائے واحد کے قائل تھے اور وہ دو یا تین خداؤں کے عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ :-

ایکم ایکنکار نرالا
امر اجونی جات نہ جالا
اگم اگوچر روپ نہ ریکھیا
کھوجت کھوجت گھٹ گھٹ دیکھیا
(بلاول محلہ ۱ ص۸۳۸)

گورو جی نے اپنے اس پاکیزہ شبد میں خدائے واحد کو امر اجونی اور انسانی پہنچ سے بالا۔ غیر فانی اور غیر مجسم بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسے ڈھونڈنے کیلئے جنگلوں اور بیابانوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر انسان کے اندر موجود ہے۔

ایک اور مقام پر سری گورو جی نے یہ بیان کیا ہے کہ

الکھ اپار اگم اگوچر نہ تس کال نہ کرما
جات اجات اجونی سنبھو نہ تس بھاؤ نہ بھرما
ساچے سچیار وٹہوں قربان
نہ تس روپ ورن نہیں ریکھیا ساچے شبد نیسان
نہ تس مات پتا سُت بندھپ نہ تس کام نہ ناری
اکل نرنجن اپر پرمپر سگلی جوت تمہاری
(سورٹھ محلہ ۱ ص۵۹۷)

گورو نانک جی کے اس پوتر شبد سے واضح ہے کہ اس عالم کائنات کا مالک اور خالق خدا تعالےٰ ہے۔ اور وہ پیدائش اور موت سے بلند و بالا ہے۔ وہ امر اور اجونی ہے۔ وہ کبھی بھی جنم نہیں لیتا۔ وہ غیر مجسم ہے۔ اور سب کچھ اسی کے نور سے منور ہے

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں :-

جہ دیکھاں نہ دوجا دیکھاں
آئے نہ جائی پربھ کرپال
جیاں اندر جگت جیوں
رہنبو نرالم راں
جگ تس کی چھایا جس باپ نہ مایا
نہ تس بھین نہ بھرا
نہ تس اوپت کھپت کل ناہیں

اوہ اجرا اور من بھایا
(مارو محلہ ۱ صفحہ ۱۰۳۸)

یعنی جہاں کہیں بھی میں نظر دوڑاتا ہوں مجھے اپنا رحیم و کریم مولا ہی دکھائی دیتا ہے میرا خالق اور مالک پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ تمام لوگوں میں پوشیدہ ہے اور الگ تھلگ بھی۔ یہ دنیا اسی کا پرتو ہے۔ اس کا کوئی باپ یا ماں نہیں ہے وہ نہ پیدا ہوا نہ پیدا کیا گیا ہے اس کی نہ کوئی بہن ہے اور نہ بھائی۔ وہ جنم مرن نسل اور ذات سے بلند و بالا ہے۔ وہ کبھی بھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ یعنی وہ غیر متغیر ہے۔ میرے دل کو وہی پسند ہے۔

ایک اور مقام پر گورو جی فرماتے ہیں:-

نہ تِس مائے نہ باپ کِن تو جایا
نہ تِس روپ نہ ریکھیا ورن سبایا
نہ تِس بھکھ پیاس رجّا دھایا
گور میں آپ سموئے شبد ورتایا
سچے ہی پتی آئے سچ سمایا

یعنی اے مولا تو لم یلد ولم یولد ہے۔ تیری کوئی بھی شکل نہیں۔ اور نہ کوئی رنگ ہے۔ تجھے بھوک پیاس نہیں ستاتی۔ تو کھانے پینے سے پاک ہے۔ خدا تعالیٰ کا سچا وصال سچے گورو یعنی مرشد کامل کی وابستگی سے ہی وابستہ ہے۔ اور وہ اپنا حکم اس کے ذریعہ پھیلاتا ہے۔ اور وہ سچا ہری ہر مرشد کامل کے ذریعہ ہی ملتا ہے۔

گورو جی نے اپنے مقدس کلام میں خدا رب العزت سے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ ماں کے شکم سے پیدا ہونے سے پاک ہے۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے کہ:-

کھنڈے بھی بھنڈ اپجے بھنڈے باجھ نہ کوئے
نانک بھنڈے باہرا ایکو سا چا سوئے
(وار آسا سلوک محلہ ۱ صفحہ ۴۷۳)

یعنی سبھی عورتیں اور مرد ماں کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔ صرف اور صرف خدائے واحد کی ذات بابرکات ہی ماں کے شکم سے پیدا ہونے سے بلند و بالا ہے۔

سری گورو جی نے اپنے مقدس کلام میں دو یا تین خداؤں کے مجموعے کو خدا ماننے کے عقیدہ کو بھی رد کیا ہے۔ اور اس میں آپ نے وہی اسلوب اختیار کیا ہے جو قرآن کریم کا ہے چنانچہ گورو جی دو یا تین خداؤں کے مجموعہ کے عقیدہ کے رد میں فرماتے ہیں کہ:-

آدو ترنجن نرمل سوئی
اور نہ جانا دوجا کوئی
ایکنکار وسے من بھاوے
ہؤمے گرب گوا ہینا
امرت پیا ست گر دیا
اور نہ جانا دوا تیا

ایکو ایک سوا اپر پر
پر کو خزانے پائیدا
(مارو محلہ ۱ صفحہ ۱۰۳۴)

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ

گنت گنیئے سہسا جیئے
کیوں سکھ پاوے دوئے تیجے
نرمل ایک نرنجن داتا
گور پورے تے پت پائی ہے...

(رامکلی محلہ ۱ ...)

گورو نانک جی مہاراج نے اپنے ان دونوں شبدوں میں دو خداؤں کے مجموعے اور تثلیث کے عقیدہ کا رد کیا ہے۔ اور یہ بیان کیا ہے کہ ایسے عقاید اختیار کرنے والے لوگ حقیقی خوشی اور راحت کے وارث نہیں ہو سکتے گورو جی نے تثلیث کے رد میں عمومیت کو اختیار کیا ہے۔ اور تین خداؤں کے تین وجود خدا باپ۔ خدا بیٹا اور روح القدس وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ یہی طریق اسلام نے اختیار کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
(سورۃ المائدہ ع ۱۰)

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ..... إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ
(سورۃ النساء ع ۲۳)

جب ہم اس مسئلہ پر مزید غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ دو خداؤں یا تین خداؤں کے مجموعے کو ماننے کا عقیدہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ موجودہ عیسائیت ہی تثلیث کے اس عقیدہ کی موجد نہیں ہے چنانچہ سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ کا بیان ہے کہ

"تریمورت۔ تین روپ۔ ویدوں کے مطابق اگنی۔ وایو اور سورج ۲۔ پرانوں کے مطابق برہما بشن اور مہیش۔ ۳۔ بائیبل کے مطابق خدا۔ بیٹا اور روح القدس"
(ترجمہ از مہان کوش صفحہ ۱۶۲۲)

الغرض عیسائیت سے قبل قدیمی بھارت میں اگنی، ہوا اور سورج کے مجموعے کو تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور پورانک زمانہ میں برہما بشن اور مہیش کی تثلیث مانی جاتی تھی۔ قدیم مصر کے لوگ گائے بیل اور بچھڑے کی تثلیث کے قائل تھے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں قوموں اور زمانوں میں بھی الگ الگ تثلیثیں مانی جاتی رہی ہیں۔ نیز اس وقت بھی آریہ سماجی اور سناتن دھرمی ایک رنگ میں تثلیث کے قائل ہیں۔ آریہ سماج کی تثلیث میں ایشور روح اور مادہ شامل ہے۔ وہ ان تینوں کو ازلی اور ابدی تسلیم کرتے ہیں۔ سناتن دھرم سے تعلق رکھنے والے لوگ برہما۔ بشن اور مہیش کی تثلیث کے قائل ہیں۔ چنانچہ گورو گرنتھ صاحب میں اس تثلیث سے متعلق یہ مذکور ہے کہ:-

برہما بشن مہیش ترے مورت
ترگن بھرمے بھلائی
(رامکلی محلہ ۳ صفحہ ۹۰۹)

سناتن دھرمیوں کی تثلیث عیسائیوں کی تثلیث سے بہت پرانی اور زیادہ مکمل ہے۔ کیونکہ عیسائیت کی تثلیث میں تقسیم کار بیان نہیں کی جاتی۔ یہ بیان نہیں کیا جاتا کہ باپ خدا بیٹا خدا اور روح القدس کے کیا کیا فرائض ہیں۔ لیکن سناتن دھرم کی تثلیث میں تقسیم کار بھی کی گئی ہے وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ برہما پیدا کرتا ہے۔ بشن پرورش کرتا ہے اور شو جی مارتا ہے۔ اسی سلسلہ میں جنم ساکھی کے ایک مقام پر مرقوم ہے کہ

برہما ساجے مہورتاں بشن ملائے آن
کوے سنگھار مہیش دیو جس آتش کہے جہان
(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۰۰)

پس اگر قرآن کریم میں عمومیت کا رنگ اختیار نہ کیا جاتا اور باپ بیٹا روح القدس وغیرہ کا نام لے کر تثلیث کا رد کیا جاتا تو باقی دوسری تثلیثیں باہر رہ جاتیں۔ اسی وجہ سے اسلام نے کسی خاص تثلیث کا رد کرنے کی بجائے عمومی رنگ اختیار کیا ہے۔

گورو نانک جی کے مقدس کلام کا دوسرا پہلو

آپ کے کلام مقدس کا دوسرا پہلو آخرت پر ایمان ہے۔ گورو جی کے نزدیک ہر شخص کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ آخرت پر بھی کامل یقین ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے اعمال کے لئے اپنے خالق اور مالک کے حضور جوابدہ ہے۔ جو شخص عدل و انصاف سے اس عقیدہ پر قائم ہو جائے اس سے کوئی بدی ہونے کا احتمال نہیں رہتا۔ کیونکہ خدا کی موجودگی کا تصور بدی کے لئے مانع ہے سری گورو نانک جی مہاراج فرماتے ہیں:-

نانک آکھے رے منا سنیئے سکھ سہی
لیکھا رب منگیسیا بیٹھا کڈھ وہی
تلبا پوسن آقیاں باقی جنہاں رہی
عزرائیل فرشتہ ہوسی آئے تئی
آون جان نہ سجھئی بھیڑی گلی پھہی
کوڑ نکھوٹے نانکا اوڑک سچ رہی
(وار رامکلی سلوک محلہ ۱ صفحہ ۹۵۳)

اسی سلسلہ میں ایک مقام پر سری گورو نانک جی نے یہ بھی فرمایا ہے:-

کپڑ روپ سہاونا چھڈ دنیا اندر جاونا
مندا چنگا آپنا آپے ہی کیتا پاونا
حکم کیئے من بھاوندے راہ بھیڑے اگے جاونا
ننگا دوزخ چالیا تاں دسے کھرا ڈراونا
کر اوگن پچھتاونا (وار آسا محلہ ۱ صفحہ ۴۷۰)

گورو جی کے ان شبدوں سے واضح ہوتا ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کے لئے اپنے مالک کے حضور جوابدہ ہے اور اعمال کے مطابق اسے جزا و سزا ملے گی۔ بدکار جہنم میں جائیں گے اور نیکو کار سرخرو ہو کر جنت میں جائیں گے۔

گورو جی نے فرمایا ہے کہ

کتھنی بہشت نہ جائیے
چھوٹے سچ کمائیے
(وار ماجھ سلوک محلہ ۱ صفحہ ۱۴۱)

پھر فرمایا:-

راہ دسائے اوتھے کو جائے
کرنی باجھوں بھست نہ پائے
(وار رامکلی سلوک محلہ ۱ صفحہ ۹۵۲)

یعنی زبانی دعوؤں سے بہشت نہیں مل سکتی اور نیک اعمال کے بغیر کوئی جنت کو نہیں پا سکتا۔ گورو جی نے جزا و سزا کے سلسلہ میں یہ حقیقت بھی بیان کی ہے کہ کوئی بھی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا۔ بلکہ فرمایا کہ ایک شخص کے گناہ کی سزا دوسرے شخص کو نہ ملے گی۔ گورو جی فرماتے ہیں:-

کتھنا سچ نیاؤں ہے جو وکادے پالیے سوئے
ہور کس کتھے نہ ماریئے پھاوین کوئی ہوئے
جیہڑا نانک گناہ کرے تس دنگے بھلے سزا ہوئے
بوج گتا ان لکھیا آکھیا پاکہ خدا ہے
(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۹۰)

پھر فرمایا:-

آپن کرے سو آپ پائے
کوئی نہ پاؤسے کسے کھائے
(آسا محلہ ۵ صفحہ ۳۷۴)

یعنی کسی ایک کے جرم کی سزا کسی دوسرے کو نہیں دی جاتی۔ بلکہ جو جرم کرے گا وہی اس کی سزا پائے گا۔

الغرض سری گورو نانک جی نے اپنے مقدس کلام میں دو باتوں پر خاص زور دیا ہے ایک تو یہ کہ سارے عالم کائنات کے خالق اور مالک پر ایمان لایا جائے اور اس کی ذات صفات یا عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ کو دو یا تین خداؤں کا مجموعہ نہ مانا جائے بلکہ اسے واحد و یگانہ سمجھا جائے کیونکہ وہی ایک غیر متغیر، غیر فانی اور غیر مجسم ہے وہ وراء الوریٰ ہے اور جنم مرن سے بلند و بالا ہے۔ اور اس کا کوئی بھی ثانی نہیں۔ دوسرے اس بات پر کامل یقین رکھا جائے کہ ہر شخص مرنے کے بعد اپنے رب کے حضور پیش ہوگا۔ اور اپنے اعمال کیلئے جوابدہ ہوگا

اوتھے سچ ہی سچ نبڑے چن وکھ کڈھے ججمالیا
تھاؤں نہ پائن کوڑیار منہ کالے دوزخ چالیا
(آسا سلوک محلہ ۱ صفحہ ۴۶۳)

◆ ◆ ◆

شری رام چندر جی مہاراج

از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل احمدیہ مسلم مشن دہلی

اسلام کے ظہور سے قبل فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی۔ انسان باہم دست و گریباں تھا۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور فسادات کو دور کرنے کے لئے آپ نے یہ نظریہ پیش فرمایا کہ سارے جہان کا ایک ہی خالق ایک خدا ہے اور نوع انسانی ایک ہی کنبہ ہے۔ اور یہ کہ سب انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اس لئے سب انسان برابر ہیں۔

ایک اہم چیز جو آپ نے بیان فرمائی یہ ہے کہ سارے جہان کی روحانی ہدایت کا انتظام ایک جیسا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو گمراہی میں دیکھ کر اپنے کسی محبوب کو اصلاح کے لئے بھیجتا رہا ہے اور یہ سلسلہ ماموریت کسی ایک قوم اور ملک تک محدود نہیں رہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم اور ہر ملک میں نبی بھیجے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

(سورہ نحل ع ۵)

یعنی ہم نے ہر جماعت ہر قوم میں نبی بھیجے جنہوں نے یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور طاغوتی چیزوں یعنی خدا تعالیٰ سے دور کرنے والی اور سرکش چیزوں سے اجتناب کرو۔ اس کی روشنی میں مسلمان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء و مامورین ساری دنیا میں تشریف لاتے رہے اور رشیوں کی یہ سرزمین بھارت کی پونیہ بھومی بھی ان مامورین اور انبیائے کرام سے خالی نہیں رہی۔ حضرت احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں:۔

"دیگر اقوام میں جب ہم غور کرتے ہیں تو کم ایسا ملک پاتے ہیں جہاں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوئے ہوں حتیٰ کہ ملک ہند جو بظاہر حالات ایسے معاملہ سے دور معلوم ہوتا ہے اس میں بھی ہم جانتے ہیں کہ اہل ہند میں سے بھی کئی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور انہی امت کو خدائے یگانہ کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور مجھے بعض شہروں میں ملک ہند کے محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا نور شرک کی تاریکی میں بہ رنگ مشعل روشن ہے۔ اگر میں چاہوں تو ہند کے ان شہروں کی تعیین کر سکتا ہوں۔"

اسلام کے فلسفۂ نبوت اور حکمائے ہنود کے فلسفۂ بعثت یا فلسفۂ اوتار میں فرق ہے حکمائے ہنود کے نزدیک خدا حلول کر کے کسی انسان میں آ جاتا ہے اور اس کو اوتار کا نام دیا جاتا ہے۔ اسلام کے نزدیک خدا کا ایک بندہ ہوتا ہے جس کا مضبوط تعلق خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے اس کو نبی کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ وہ خدا سے بے شمار غیب کی خبریں حاصل کر کے دنیا تک پہنچاتا ہے۔ اور مخلوق کا تعلق خالق سے قائم کرتا ہے۔ اوتار کا لفظ اوترنا سے نکلا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وجود منزل من اللہ ہوتا ہے اور اس کا تعلق خدا کے ساتھ مضبوط ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اگرچہ وہ خدا کے بہت قریب ہوتا ہے لیکن خود خدا نہیں ہوتا۔ اس قسم کے وجود سرزمین ہندوستان میں بے شمار آئے جن میں سے حضرت شری رامچندر جی مہاراج اور یوگیراج شری کرشن جی کا نام سرفہرست ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں "کیا عجب ہے کہ جن کو ہندو صاحبان اوتار کہتے ہیں اپنے زمانہ کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔" (مباحثہ شاہجہانپور)

دوسری جگہ مولانا موصوف فرماتے ہیں "رام چندر اور کرشن نبی تھے" ([illegible])

اس زمانہ کے امام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہم اس بات کا اعلان کرتے ہیں اور اپنے اس اقرار کا تمام دنیا میں شائع کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں کہ جیسا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبی سب کے سب پاک اور بزرگ اور خدا کے برگزیدہ تھے ایسا ہی جن بزرگوں کے ذریعہ خدا نے پاک ہدایتیں آریہ ورت میں نازل کیں نیز بعد میں آنے والے جو آریوں کے مقدس بزرگ تھے جیسا کہ راجہ رامچندر اور کرشن۔ یہ سب کے سب مقدس لوگ تھے جن پر خدا کا فضل ہوتا ہے۔" (چشمۂ معرفت صفحہ ۱۱)

آج کے مضمون میں ہم راجہ رامچندر جی مہاراج کے حالات پر نہایت ہی اختصار کے ساتھ کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

راجہ رام چندر جی مہاراج والئ اجودھیا راجہ دسرتھ کے سپتر تھے۔ راجہ دسرتھ بہت عمر لا ولد رہے۔ ان کی تین رانیاں تھیں کوشلیا۔ سمترا۔ کیکئی۔ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے راجہ دسرتھ بہت مایوس رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ وہ اپنے راج گورو بششٹ جی کے پاس حاضر ہوئے اور بہت عاجزی سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا۔ اور بششٹ جی نے راجہ کو تسلی دلائی اور یگیہ کرانے کے لئے راجہ سے کہا۔ جس میں رشی اور منی بلائے جائیں۔ اور خدا سے دعا اور پرارتھنا کی جائے۔ راجہ نے گورو کے حکم کے مطابق بڑی دھوم دھام سے یگ کیا۔ یگیہ کے خاتمہ پر مہمانوں کو بڑی عزت و اکرام سے رخصت کیا۔ آخر عنایات ایزدی سے تینوں رانیاں حاملہ ہو گئیں۔ اور راجہ نے خوشی کے شادیانے بجائے۔

شری رامچندر جی مہاراج ماہ چیت کے شکل پکش میں رانی کوشلیا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش پر راجہ نے خزانوں کے منہ کھول دئے۔ راج محل میں رشیوں اور منیوں کا تانتا بندھا رہتا ویدوں اور شاستروں کا پاٹھ صبح و شام جاری رہتا۔ دوسری رانیوں سے بھی پرماتما نے راجہ کو تین لڑکے اور عطا کئے۔ وہ چاروں بھائی پروان چڑھنے لگے۔ شری رام چندر جی مہاراج جب سات برس کے ہوئے تو والدین نے گورو کل میں پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ویدوں اور دیگر علوم و فنون میں راجہ رامچندر جی کافی ماہر ہو گئے۔ آپ کی عادت میں حلم اور انکساری تھی۔ بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ نہایت ہی محبت کا سلوک کرتے۔ والدین کی بے پناہ عزت کرتے۔ اہل اجودھیا بھی اپنے اس ہمدرد اور نیک شاہزادے پر فریفتہ تھے۔ اور ہر وقت جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار رہتے۔

اجودھیا سے کچھ فاصلہ پر مہرشی وشوامتر جی مہاراج اپنے آشرم میں دن رات معبود کی یاد میں رہتے تھے۔ یہ بہت بڑے عالم اور اس زمانہ کے مسلمہ فاضل ہوئے ہیں۔ شری رامچندر جی مہاراج کچھ عرصہ تک اس فاضل رشی کی صحبت میں بھی رہے اور جہاں ان کی صحبت میں آپ نے ریاضت میں کمال حاصل کیا وہاں جرأت اور بہادری میں بھی نام پیدا کیا۔ اسی جرأت اور بہادری کی بدولت آپ کی شادی راجہ جنک والئے متھلاپور کی لڑکی سے ہوئی۔ کیونکہ راجہ جنک کی اس لڑکی کے رشتہ کے لئے یہ شرط تھی کہ جو شخص راجہ جنک کی مضبوط کمان توڑے گا اسی کے ساتھ اس کی لڑکی کی شادی ہوگی۔ چنانچہ بہادر دسرتھ کے نور نظر نے ایشور کا نام لے کر کمان کو اٹھایا اور کھینچ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مجلس سے خوشی اور رامچندر کی جے کے نعرے اٹھے۔ اور سب نے آپ پر پھولوں کی بارش کی۔ اور آپ کی شادی مہاراجہ جنک کی لڑکی سیتا جی سے ہو گئی۔

راجہ دسرتھ اب بوڑھے ہو چکے تھے۔ اپنے بڑھاپے کے پیش نظر بششٹ گورو سے مشورہ کیا اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ میری خوش قسمتی سے اب چاروں شاہزادے لائق ہیں۔ سوچتا ہوں کہ راج پاٹ ان کے سپرد کر کے گوشہ نشینی اختیار کروں۔ بششٹ جی نے اس تجویز پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ میرے نزدیک سب میں سے رامچندر جی ہر طرح قابل ہیں اور جانشین بننے کے لائق ہیں۔ گورو جی کا یہ مشورہ راجہ نے وزراء اور امراء کے آگے رکھا۔ سب نے اس تجویز کو خوشی سے پسند کیا۔ اور راجہ رام چندر کی تخت نشینی کا جشن منانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ لیکن اسی اثناء میں رانی کیکئی نے اپنی کسی لونڈی کے کہنے میں آ کر یہ فیصلہ کیا کہ راج پاٹ میرے لڑکے بھرت کو ملنا چاہیئے۔ اور راجہ دسرتھ کو اپنا ایک پرانا عہد یاد دلاتے ہوئے راجہ سے دو بر مانگے ایک تو یہ کہ راج اس کے لڑکے بھرت کو ملے اور دوسرے یہ کہ رامچندر جی کو چودہ برس کے لئے جلاوطن کیا جائے۔ راجہ یہ سن کر بے حد گھبرایا۔ لیکن رانی کیکئی اس پر مصر رہی جب یہ خبر پھیلی تو چاروں طرف سے کیکئی پر لعن طعن ہونے لگی۔ لیکن رامچندر جی کا یہ حال تھا کہ ان کے چہرے پر کوئی ملال نہ تھا۔ اور وہ نہایت ہی خوشی کے ساتھ راج دربار کو چھوڑ کر ۱۴ سال کے بن باس کے لئے تیار ہو گئے اور ۱۴ سال کا یہ طویل عرصہ جنگلوں میں گزارنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے بھائی لچھمن اور بیوی سیتا نے بھی آپ کے ساتھ ہی ہجرت کی۔

بن باس کے عرصہ میں آپ کو ریاضت کرنے اور اپدیش دینے کے بے شمار مواقع ملے۔ پہاڑیوں اور جنگلوں کو طے کرتے ہوئے آپ بالمیک کے آشرم میں پہنچے۔ یہ آشرم چھوٹی چھوٹی خوبصورت پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا۔

(باقی صفحہ [illegible] پر)

سیرتِ مسیح علیہ السلام کے گمشدہ اوراق

ارضِ کنعان سے کشمیر تک کا سفر

از مکرم شیخ عبدالقادر صاحب محقق ۱۲۵ رستم پارک لاہور

"میں خدا تعالےٰ کے غیر فانی بازوؤں کے اوپر پھیلا یا گیا ہوں۔ جنہوں نے مجھے دیکھا وہ حیرت میں ڈوب گئے کیونکہ میں ایذا رسانی کا نشانہ بنا اور انہوں نے خیال کیا تھا کہ موت مجھے نگل چکی ہے۔ وہ مجھے مُردوں میں سے سمجھتے تھے۔ مجھ پر ظلم ہونا ہی میری نجات کا موجب بن گیا۔ اور ان کے لئے وہ ظلم باعثِ لعنت وہ میری موت کے متلاشی تھے لیکن وہ اسے پا نہ سکے۔ وہ بیکار مجھ پر حملہ آور ہوئے

نجات دہندے کی تلاش کرنے والے بنا جنون کہ سکے ہاتھوں لوٹے گئے۔ میں نے ایک نئی شخصیت کے چہرہ اور وضع کو اختیار کیا۔ میں نے اس روپ میں چلنا شروع کیا۔ میں اپنے تمام اسیروں کے پاس رہائی دینے کے لئے پہنچا لوگوں نے میری برکت حاصل کی اور زندہ ہو گئے وہ میرے ارد گرد جمع ہو گئے اور پہچانے گئے۔"

یہ الفاظ ان سریانی نظموں کا حصہ ہیں جو قرنِ اول کے عیسائی عبادت گھروں میں پڑھا کرتے تھے۔ انیسویں صدی کے شروع میں ان نظموں کا انکشاف ہوا۔ بیشتر نظموں میں حضرت مسیح علیہ السلام دنیا سے مخاطب ہیں۔ مذکورہ الفاظ میں صلیبی موت سے بچ جانے اور اسرائیلی اسباط میں ہجرت کا ذکر ہے۔ اس قسم کی ۴۲ نظموں کا مجموعہ ۱۹۰۹ء میں ایک عیسائی عالم کو آثار سے ملا۔ اور Odes of Soloman یعنی "غزلاتِ سلیمان" کے نام سے شائع ہوا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی مناجات کا ایک اور شہ پارہ ملاحظہ ہو:-

"اللہ تعالےٰ کے چشمۂ بیکراں کے ابلتے ہوئے پانیوں نے میرے ہونٹوں کو پورے طور پر بھگویا۔ میں نے دل بھر کر پیا۔ اور اس آبِ زلال سے میں نے سرور حاصل کیا۔

اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنے جامہ میں نئی زندگی عطا کی۔ اپنے نور کے قبضہ میں مجھے دے دیا۔ اور عالمِ بالا

امن و خُرّمی سے مجھے ہمکنار کر دیا اور میں اس زمین کی طرح ہو گیا ہوں جو شگوفوں کے کھلنے اور ثمرات کی پیدائش کی وجہ سے مسرور ہوتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ سورج کی طرح اس زمین پر درخشاں ہوا۔ اس نے میری آنکھوں کو روشن کیا اور میرے چہرے کو شبنم سے نہلا دیا۔

(ملاحظہ ہو غزل نمبر ۱۱-۱۷-۲۸)

Odes of Soloman by Rendal Harris

―― ۲ ――

"وہ لوگ جو کہ مدعی ہیں اس امر کے کہ یسوع فوت ہو گئے تھے اور پھر جی اٹھے غلطی خوردہ ہیں۔ کیونکہ وہ پہلے جی اٹھے تھے اور پھر (طبعی موت سے۔ نا قتل) فوت ہوئے"

یہ الفاظ مصر سے ملنے والی قبطی انجیل کے ہیں۔ یہ انجیل دوسری صدی کے مصری عیسائیوں کے عقائد کی آئینہ دار ہے۔ ۱۹۴۵ء میں مصر کے ایک پرانے قبرستان سے ایک مدفون مٹکا ملا۔ اس میں ۴۹ صحیفے بند تھے یہ صحیفے قرونِ اولےٰ کے قبطی عیسائیوں کی لائبریری کا سرمایہ تھے۔ انہی صحائف میں انجیل فلپ بھی شامل ہے۔ مذکورہ الفاظ اس انجیل کی روایت ۲۱ سے متعلق ہیں۔ ملاحظہ ہو The Gospel of Philip by R. M. Wilson

اس انجیل سے یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مریم مگدلینی سے شادی کر لی تھی۔ لکھا ہے:-

"حضرت مسیح کی رفیقۂ حیات مریم مگدلینی ہیں۔ تین مریم نامی خواتین سفرِ زندگی میں آپ کے ہمراہ رہیں۔ مریم صدیقہ آپ کی والدہ۔ مریم مگدلینی رفیقۂ حیات اور ایک مریم نامی خاتون آپ کی خالہ" (روایت نمبر ۳۲ و ۵۵)

―― ۳ ――

"شاگردوں نے کہا۔ آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپ کے بعد ہمارا رہبر کون ہوگا۔ یسوع نے فرمایا یعقوب الصادق"

یہ حضرت مسیح کے ۱۱۴ اقوال میں سے بارھواں قول ہے۔ اس صحیفہ کا نام انجیل توما ہے۔ یہ انجیل بھی مذکورہ مٹکے میں ڈیڑھ ہزار سال بند رہنے کے بعد برآمد ہوئی۔ ایک اور قول ملاحظہ ہو۔

"افسوس فریسیوں پر کیونکہ وہ اس کتے کی مانند ہیں جو بیلوں کی چرنی میں سوتا ہے۔ نہ وہ خود کھاتا ہے نہ بیل کو کھانے دیتا ہے۔" (قول ۱۰۲)

―― ۴ ――

صلیب کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام حج کعبۃ اللہ کے لئے بھی گئے تھے۔ صادق و مصدوق محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجِ الروحا (وادی مکہ) میں سے ستر نبی گزرے ہیں جو سرخ اونٹوں پر سوار تھے۔ اور ان اونٹوں کی مہاریں کھجور کی چھال کی بنی تھیں اور ان کے لباس چغے تھے۔ وہ مختلف الفاظ میں لبیک کہتے تھے ان میں سے ایک حضرت یونس بن متی بھی تھے۔ چنانچہ یونس کہتے تھے:-

"میں حاضر ہوں اے کرب کے دور کرنے والے میں حاضر ہوں"

اور موسےٰ کہتے تھے:-

"میں حاضر ہوں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے پاس ہوں۔ میں حاضر ہوں"

اور عیسیٰ نے ان الفاظ میں تلبیہ کہی:-

"میں حاضر ہوں تیرا بندہ ہوں تیری بندی کا بیٹا ہوں جو تیرے دو بندوں کی بیٹی تھی میں حاضر ہوں"

(ملاحظہ ہو ازرقی کی کتاب اخبار مکہ ۲۲۳ ہجری۔ مطبوعہ مکتبہ خیاط بیروت ص ۳۵ و ۳۹)

حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب سریانی مناجات میں کعبۃ اللہ کی فضیلت کا ان الفاظ میں ذکر ہے:-

"تیرا گھر تو وہ ہے جسے تو نے اس وقت تشکیل دیا جبکہ دوسرے مقامات معرضِ وجود میں بھی نہیں آئے تھے پس جو پرانا ہے اس کی جگہ وہ مقامات نہیں لے سکتے جو رقبہ میں اس سے چھوٹے ہیں" (غزلاتِ سلیمان غزل چہارم) اس نظم میں وادی غیر ذی زرع والے مقام کا مضمون بیان ہوا ہے۔

―― ۵ ――

مصر کے آثار سے نکلنے والے صحائف میں یعقوب حواری کے نام سے ایک انجیل شامل ہے اس میں لکھا ہے

"صلیبی حادثہ کے بعد ۵۵۰ دن (کم و بیش ۱۸ ماہ) تک یسوع مسیح حواریوں کے ساتھ چلتے پھرتے رہے اس دوران پطرس اور یعقوب کو آپ نے باطنی حکمتوں سے روشناس کیا"

Theology of Gospel of Thomas by Gartner P 102-103

―― ۶ ――

قرونِ اولےٰ میں ہندوستان میں صحیفہ یوز آسف مرتب ہوا۔ اس صحیفہ کے نسخے بمبئی میں ایک قدیم روایت یوں الفاظ درج ہے:-

"بدھ بندیہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یوز آسف خدا کے ان برگزیدہ رسولوں میں سے تھے جو اگلے زمانوں میں ہو گزرے ہیں۔ اور وہ ہندوستان میں شہر بہ شہر پھرا تھا۔ اور جس شہر میں پہنچتا تھا وہاں کے رہنے والے اس پر ایمان لاتے اور اس کے علم سے نفع اٹھاتے تھے۔ اسی طرح پھرتا ہوا کشمیر پہنچا جو اس کے سفر کا منتہا ثابت ہوا یہ سے کہ موت نے یہاں سے آگے نہ بڑھنے دیا جب وہ مرنے لگا اس نے وصیت کی کہ میں نے زندگی بھر لوگوں کو تعلیم دی حکمت سے عزرایا میت کی خوب نگہداشت کی۔ اور اگلے لوگوں کے نام کو خوب روشن کیا اور روحانی والدین کی جماعت کو جو منتشر تھی مجتمع کیا اور اسی لئے میں بھیجا گیا تھا اب دنیا سے عالمِ بالا کی طرف میری روح کے پرواز کرنے کا وقت آ پہنچا ہے تم سب کو لازم ہے کہ اپنے فرائض کی نگہداشت کرو اور حق کو جس کو تم نے میرے ذریعہ سے پایا ہے اس کو ہرگز ہاتھ سے نہ دو اور میرے بعد میرے شاگرد ابابیل کو اپنا سردار سمجھو۔ اس کے بعد اس نے ابابیل سے کہا کہ میرے لئے تھوڑی سی جگہ صاف کرو جس پر میں پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا اور اپنے سر کو شمال کی طرف اور منہ کو مشرق کی طرف کر کے جہان سے گزر گیا" صحیفہ بوذاسف نسخہ بمبئی کے اس حصہ کا ترجمہ ڈیوڈ مارشل لانگ نے اپنی کتاب ۲۳

حضرت زرتشت علیہ السلام

از مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب بی ایس سی ایل ایل بی حیدرآباد دکن

خالقِ کائنات نے تخلیقِ انسانی کے ساتھ ہی اس کے اعمال افعال اور اخلاق کی اصلاح کے لئے اپنی برگزیدہ ہستیوں کو مبعوث کرنا شروع فرما دیا تھا تاکہ وہ بنی نوعِ انسان کو اس راہ پر گامزن کر دیں جس پر چل کر ان کا تعلق خالقِ حقیقی سے پیدا ہو جائے اور ساتھ ہی لوگ مخلوقِ خدا کے حقیقی معنوں میں خدمت گزار بن جائیں۔ اور اس طرح یہ دنیا امن صلح اور آشتی کا گہوارہ بن جائے نیکی کا یہ اقدام بدی کی طاقتوں پر گراں گزرنا ایک لابدی امر تھا اس لئے بدی نے بھی سر اٹھایا اور نیکی کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن خدا کے ان ماموروں کا یہ احسان ہے کہ ہر موقع پر بدی کا سر کچل کر رکھ دیا۔ سرورِ کونین سردارِ دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے مبعوث کئے جانے کا مقصد یہی تھا کہ کائنات کے ہر خطہ میں خدا پرستی اور جذبۂ خدمتِ خلق کا بیج بو دیا جائے۔ جب انسانی شعور اتنا بیدار ہو گیا کہ اس کے لئے ایک مستقل ضابطۂ حیات کو اپنانے کی صلاحیت پیدا ہو گئی تب اللہ جلشانہٗ نے اس عظیم المرتبت شخصیت کو مبعوث فرمایا جو لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ کے مقامِ ممیز پر فائز تھا جس کو رب العالمین خدا نے رحمۃٌ للعالمین بنا کر ساری دنیا کی ہدایت ان کے سپرد کر دی ارشادِ خداوندی ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْر۔ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جو ڈرانے والوں (انبیاء) سے خالی رہی ہو۔ اسی طرح فرمایا وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ کہ ہر قوم میں ہم نے ہدایت کا راستہ دکھانے والی ہستیوں کو مبعوث کیا ہے۔ دنیا کے محسنِ اعظم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لامتناہی احسانوں میں سے مذہبی دنیا پر یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ ساری قوموں اور امتوں کے پیشوایان کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی اور اس اقرار کا حکم فرمایا کہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے ساتھ اس کی بھیجی ہوئی ساری کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔ بس اسی ارشاد کی روشنی میں ہم دنیا کے کسی بھی خطہ میں نازل ہونے والے تمام نبیوں پر ایمان لانا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔

اسی ارشاد کی روشنی میں ہم پارسی مذہب کے ہادی و رہنما حضرت زرتشت علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ کا ایک برگزیدہ نبی تسلیم کرتے ہیں۔ میں آپ کی سیرت کے چند پہلو پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت زرتشت علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صدیوں قبل مبعوث ہوئے تھے۔ آپ نے سرزمینِ ایران میں جنم لیا اس وقت ایران میں کیانی خاندان کی حکمرانی تھی اور اہلِ ایران عناصر پرست بھی تھے اور ارواح پرست بھی۔ آپ علاقہ بلخ کے برے نامی ایک شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم پروشاسپ اور والدہ محترمہ دوغدو ایک قدیم ایرانی خاندان الموسوم بہ سپیتمان سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے نام کے ساتھ خاندانی نام سپیتمان بھی لکھا جاتا ہے۔ عالمِ طفولیت ہی سے آپ کی ذکاوت و ذہانت مشہور تھی۔ اور اہلِ ایران آپ کی عظمت و برتری کے قائل ہو گئے آپ کے اوقات کا بیشتر حصہ مطالعۂ قدرت اور تلاشِ حق میں بسر ہوا کرتا

بالآخر آپ نے خدا تعالیٰ سے حکم پاکر خدا کی بھٹکی ہوئی مخلوق کو وحدتِ ایزدی پر ایمان لانے کی تلقین کی اور راہِ راست کی تعلیم دینی شروع کی۔

پھر جس طرح ہر سچے نبی کے ساتھ ہوا کرتا ہے تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور اہلِ ایران نے جن پر عناصر پرستی اور ارواح پرستی کا بھوت سوار تھا آپ کی مخالفت شروع کر دی۔ آپ نے جو کتاب اپنی امت کی ہدایت کے لئے تصنیف فرمائی وہ ایران کی قدیم اور کم و بیش معدوم زبان اوستا میں ہے۔ جس کے سمجھنے والے لوگ اب شاذ و نادر ہی ہوں گے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے ۲۱ حصے تھے جن میں سے صرف چار حصے یعنی گاتھا۔ وندیدہ۔ ویسپرد اور خوردہ اوستا زرتشتیوں کے ہاتھ آئے۔ موخر الذکر دعاؤں کا مجموعہ ہے، جس میں ایزد تعالیٰ کا بار بار ذکر آتا ہے۔ زرتشتی اس کتاب کا گجراتی رسم الخط میں مطالعہ کرتے ہیں۔ اور بالعموم اس کو سمجھنے کا ان کے پاس واحد ذریعہ یہ ترجمہ ہی رہ گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایرانیوں کو گجراتی زبان سے کیا تعلق۔ واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایران کو مسلمانوں نے فتح کیا تو زرتشتی ہجرت کر کے کوہستانِ خراسان میں جو ایران کے شمال مغرب میں ہے چلے گئے۔ وہاں سے انہوں نے ہندوستان کا رخ کیا اور جزیرہ نما کاٹھیاواڑ میں دیو نامی بندرگاہ پر پہونچ کر سکونت اختیار کی۔ یہاں ۱۹ سال رہنے کے باوجود حالات میں مساعدت پیدا نہ ہو سکی اور مستقل رہائش کی صورت نہ بنی تو یہ لوگ سنجان پہنچ گئے جو گجرات کے مغرب میں واقع ہے۔ اکابرینِ اہلِ زرتشت نے وہاں کے ہندو راجہ سے پناہ کی درخواست کی جو بعض شرائط کے ساتھ منظور کر لی گئی۔ اور سنجان کے قریب ایک وسیع خطہ اراضی پر سکونت و رہائش کی ایک مستقل صورت نکل آئی۔ چونکہ یہ لوگ ایران سے آئے تھے جو فارس یا پارس کے نام سے مشہور تھا اس لئے یہ نو وارد طبقہ پارسی کے نام سے موسوم ہونے لگا۔ گجرات میں رہنے بسنے کی وجہ سے یہ اپنی کتاب کی زبان اوستا و ژند سے رفتہ رفتہ نا آشنا ہوتے گئے۔ اسی لئے ان کے بزرگوں نے گجراتی رسم الخط ہی میں اوستا کو پڑھنا شروع کیا۔ زبانِ پہلوی و ژند دو ایک صدیوں میں ہی تقریباً معدوم ہو گئیں اور اب ان کے پاس اس صحیفہ کو سمجھنے کا واحد ذریعہ گجراتی ترجمہ ہی رہ گیا ہے

گجراتی ہندوؤں کے ساتھ رہنے بسنے کی وجہ سے ان کے رسم و رواج بھی ان پر اثر انداز ہو گئے۔ ورنہ خوردہ اوستا کی دعاؤں کے مطالعہ سے معلوم و واضح ہوتا ہے کہ حضرت زرتشت اپنی امت کو خدائے واحد و یگانہ کے آستانے پر سرِ نیاز جھکانے کی تلقین کرتے ہیں اور وحدانیت کی تعلیم دیتے ہیں لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ اور ماحول کے اثرات کے ماتحت زرتشتیوں پر اس تعلیم کا اثر کم ہوتا گیا

حضرت زرتشت کے نبوت سے سرفراز کئے جانے کا واقعہ تواریخ میں اس طرح درج ہے کہ ایک روز آپ غارِ سبالان کے ایک تاریک گوشہ میں محوِ مراقبہ تھے کہ یکایک غار منور ہو گیا۔ گویا آپ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تجلی کا مشاہدہ کیا۔ اور امشاسپندان یعنی فرشتوں نے آپ کو وحی پہنچائی۔ اور آپ نے ایک صدا سنی غیب سے کہ پیغامِ حق کی تبلیغ کرو۔ اس حکمِ الٰہی کے بعد حضرت زرتشت فوراً کھڑے ہوئے اور تبلیغِ وحدانیت کا کام شروع کر دیا۔ چونکہ نور میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھی تھی اس لئے اپنی تبلیغ کے وقت آپ آگ روشن کرنے لگے اس خیال سے کہ روشنی ظلمت اور ضلالت کو دور کرتی ہے۔ اور روشنی ہی میں انہیں خدا تعالیٰ کی تجلی ہوئی تھی۔ ان کے اس طرح آگ روشن کرنے کی بناء پر عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ زرتشتی آتش پرست ہیں۔ حالانکہ آپ کا مقصد ہرگز آتش پرستی نہ تھا بلکہ دیگر انبیاء کی طرح آپ بھی خدائے واحد و یگانہ کے آستانہ پر سرِ نیاز خم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ چونکہ آپ کی تعلیمات ایک مخصوص زمانہ سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے آپ کا صحیفہ جوں کا توں محفوظ نہ رہ سکا۔ اور نہ ہی اس کی زبان مروج رہی۔ کوہِ سبالان کے اس نور کی یادگار کے طور پر آپ نے ایک عبادت گاہ کی بنیاد ڈالی جو عبادت گاہ نوبہار کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی مقام پر آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام بسر کئے۔ اور یہیں ایک تورانی نے آپ کو شہید کر دیا۔

خوردہ اوستا کی چند ایک دعائیں جو آپ نے اپنی امت کو سکھائی تھیں نمونۃً درج کی جاتی ہیں جن سے واضح ہو گا کہ آپ نے خدا پرستی کی تعلیم دی تھی۔ نہ کہ آتش پرستی کی۔ یہ دعائیں مسز مہرنیہ بائی کاؤسجی کی کتاب کلیدِ معرفت سے نقل کی گئی ہیں

دعا مشتمل بر صفاتِ باری تعالیٰ جل شانہٗ

اے یزدانِ پاک تو گنجینۂ دولتِ لازوال ہے۔ اسرارِ قلوب کا علیم ہے عیوب سے مبرّا۔ اعلیٰ و اولیٰ بادشاہِ بادشاہان محافظِ کائنات۔ خالقِ دوجہاں۔ رحیم و کریم۔ لاانتہا لاابتدا۔ ازلی۔ ابدی۔ قوی۔ قادرِ مطلق دانا و بینا۔ قاضی الحاجات اور دافع المشکلات ہے۔ ہم تیری عظمت اور جلال کے روبرو سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

اے اہورمزد! تیری مدح و ثنا سے قبل ہم تیرے حضور میں دعا کرتے ہیں۔ اور ہمت (نیک پندار) ہخت (نیک گفتار) اور ہوریشت (اعلیٰ کردار) کی شمعِ ہدایت کے تحت نیز دشمت (خیالِ فاسد) دژوخت (کلامِ زشت) اور دژورشت (اعمالِ بد) کو ترک کرتے ہوئے تیری بزرگی اور عدالت کے قائل ہیں۔ ہم تیری صنعت کا ذرہ ذرہ [illegible] سے نمایاں خورشید کے مانند ہم [illegible] کو اسی نور سے منور رکھتا ہے اور اپنی زریں کرنوں سے جہاں میں شعور روحِ تازہ کی تخلیق کرتا ہے۔ [illegible] بلند ترین مقام سے ہے خود [illegible]

بلند و پست۔ اعلیٰ و ادنیٰ کو اپنے نور سے فیض پہنچاتا ہے۔ مخلوق کی روزی کا سامان کرتا ہے۔ حرکت اور بیداری کا پیغام دیتا ہے اور دنیا کو ظلمات سے باہر لاتا ہے۔

اے پاک ایزد! اس نعمت بے بہا کا زوال عالم کے لئے پیغام سکوت ہے، ظلمات کا اعلان ہے۔ لیکن وہ کون ہے جو اس سکوت کو حرکت میں، ظلمات کو نور میں اور بدکرداری کو نیک کرداری میں مبدل کرتا ہے۔ وہ کون ہے جو اس عالم پر نور اور سرور کی رحمتیں ارزانی فرماتا ہے۔ اس عالم پر جس کا ہر ذرہ تیرے وجود اور توحید کا نشان ہے۔

اے ربّ کائنات ہم تیری اس بے نظیر نعمت کے بصدق دل شکرگزار ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ جو بندہ تیری آفرینش کا قدردان ہے وہ تیرا حقیقی پرستار ہے۔

اے اہورمزدہ! ہم تیری نامحدود لطیف قدرتوں کے بھی قائل ہیں اور سب سے بڑھ کر منت پذیر بازو بینی کے جو اشوئی (تقویٰ) کا رہنما ہے جس کی بدولت ہم سے ان اعمال کا صدور ہو سکتا ہے۔ جن میں تیری خوشنودی اور رضا کا راز پوشیدہ ہے۔

اے ایزد تعالیٰ! تو تمام عالم کا واحد مالک ہے۔ تیرے ہی نام سے ہم اپنی دعا کا آغاز کرتے ہیں۔ سروش ایزد (جبرئیل) جو قوت میں لاثانی ہے اور طاقت اہرمنی (شیطانی) پر کامران ہماری مدد کرے ہم اپنے کل گناہوں کی معافی بعہد منشنی (خیال نیک) گوشنی (سخن نیک) اور کنشنی (عمل نیک) کے خواستگار ہیں ہم پرستاران ایزد تعالیٰ۔ حامیان دین زرتشت، اعمال اہرمنیہ سے مجتنب اس بات کے طالب ہیں کہ اہورمزدہ کی رضا و خوشنودی کی خاطر سروش ایزد کے جس کا بسطہ سے بد نہایت قوی ہے اور اہرمنی طاقت پر قابض ہے بارگاہ ایزدی میں اپنی دعا پہنچائیں۔

اے خالق کائنات! ہمیں اپنے مقدس کلام سکھا۔ اہونور ویریو (یعنی وہی ہو جو کہ تیری مرضی ہے) پر عامل ہونے کے طریقے سمجھا۔ اے سرچشمہ دانش و بینش ہمیں مقدس الفاظ سکھا اور ان کی خوبی سے آگاہی بخش تاکہ ہمارے اعمال تیری رضا اور خوشنودی پر مبنی ہوں۔

دعا برائے مدد و نصرت:۔

اے ایزد تعالیٰ! ہم تیرے ہزار بار شکرگزار ہیں کہ تو نے ہمیں دین مازدیسنی عطا فرمایا جسے پیغمبر زرتشت نے ہم تک پہنچایا اور ایسا پیغام بھیجا جو آفتاب کی روشن کرنوں کی طرح تیری وحدت کو چمکاتا ہے۔ اے پاک یزدان! توفیق عطا فرما کہ اسی دین کی بدولت ہم عشق کا سامان مہیا کریں۔ ہمیں اپنی گم کردہ راہ مخلوق کی رہبری کے قابل بنا۔ اے پاک ایزد! جو دعا ہم نے عاجزی اور صدق دل سے کی ہو وہ قبول فرما اور جو گناہ ہم سے جان بوجھ کر یا لاعلمی میں سرزد ہوئے ہوں وہ بخش دے۔

دینی و دنیوی فلاح کیلئے دعا:۔

ایزد تعالیٰ! جو شخص تجھ پر صدق دل سے ایمان لایا ہو اسے تو دولت۔ اولاد صالح صحت اور درازی عمر سے نواز۔ اور نیک توفیق عطا فرما جو اس کو آخرت میں جنت کا مستحق بنائے۔ اسے مسرت و شادمانی آرام و اطمینان حاصل ہو اور دنیا میں اس کا وجود شمع ہدایت بنے۔

دعائے نجات:۔

اے ایزد تعالیٰ! اہرمن (شیطان) کو شکست ہو۔ اس کے جملہ شر کار کارندہ بُت۔ جادوگر کافر۔ بدکردار۔ ظالم گنہگار کاذب۔ کینہ پرور ذلیل و خوار ہوں۔ ہم صمیم قلب کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں برائیوں سے محفوظ رکھ۔ جو برائی یا عمل ناپسندیدہ سہواً یا قصداً ہم سے سرزد ہوا اس کو معاف فرما۔ ہم اپنے سب گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے تجھ ہی سے بخشش کے طلبگار ہیں۔ ہم منشنی (خیال نیک) گوشنی (سخن نیک) اور کنشنی (عمل نیک) کا عہد کرتے ہوئے اپنے گناہ تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ اور پشیمان ہیں۔ تو ہمیں بخش دے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اہرمن (شیطان) نابود ہو۔ دوستی کا بول بالا ہو اور ہم سے وہ افعال حسنہ سرزد ہوں جو تیری رضا کے موجب ہیں۔ ہم اشوئی (تقویٰ) کی دل سے قدر کرتے ہیں یہ نعمت اور فلاح ہے۔ جو اس نعمت کو محض اللہ تعالیٰ کی خاطر اختیار کرتا ہے حقیقی مسرت صرف اسی کا حصہ ہے۔

خدا کی حفاظت میں آنے کی دعا:۔

اے اہورمزدہ! جب بدکردار افراد مجھ کو اور میرے متعلقین کو ایذا پہنچائیں اور گمراہ کرنے آئیں اس وقت تیرے سوا ہمارا کون ہے جو محافظ اور نگہبان ہو سکتا ہے یہ احساس ہمارے دلوں میں پیدا کرنا صرف تیرا ہی کام ہے کہ جسمانی اور روحانی حالت درست رہنے سے اشوئی (تقویٰ) میں اضافہ ہوتا ہے۔ اے اہورمزدہ تو ہی ہمارا حقیقی معین و محافظ ہے اس لئے اے یزدان پاک! یہ خیال ہمارے دل میں بسا کہ ہم صرف تیری ذات اعلیٰ و ارفع کو اپنا شفیع اپنا ناصر اور اپنی طاقت تصور کریں۔ اور اس یقین کی بدولت ہم ہمیشہ اہرمنی (شیطانی) قوتوں کا مقابلہ کر سکیں اور ان پر کامران رہیں۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے قبل ایک دلچسپ امر ہدیہ ناظرین ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تورات اور انجیل میں لکھا ہوا موجود ہے۔ اس میں قرآن کریم نے تمثیلاً تورات اور انجیل کا نام لیا ہے تاکہ یہ بتا دیا جائے کہ سابقہ کتب مقدسہ میں اس جلیل القدر نبی کے بارے میں پیشخبریاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہر نبی نے آپ کے مبعوث کئے جانے کی دعا کی۔ اسی طرح حضرت زرتشتؑ کے زند میں، قرآن کے بعد جو پیشتر قرار دیا جائے تو وہاں بھی حضرت خیر البشر خاتم النبیین رحمۃ للعالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح رنگ میں پیشگوئی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت زرتشتؑ کی دعاؤں کے منجملہ ایک دعا یہ بھی ہے:۔

"اے یزدان پاک ہمیں ایک ایسا سردار بخش جو ہمیں راہ راست کی خوبیاں بتائے۔ جو دنیا اور عقبیٰ دونوں کے لئے سعید ہو۔"

حضرت ابراہیم کی دعا تو خود قرآن کریم میں اس طرح درج ہے رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ یعنی اے ہمارے رب وادی مکہ میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو فلاں فلاں خصوصیات کا حامل ہو۔ اسی طرح کم و بیش ہر نبی اور ان کی امتوں نے دعائیں کیں کہ ایسا جلیل القدر اور عظیم الشان نبی مبعوث ہو جو سارے جہان کے لئے دینی و دنیوی امور میں رہبر کامل ہو اور حضرت زرتشتؑ اور ان کی امت نے بھی مذکورہ الصدر دلچسپ دعا کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سارے انبیاء کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے ان کی شریعتوں کو جو وہ اپنی قوم کے لئے اور ضرورت زمانہ اور وقت کے لحاظ سے تھیں منسوخ کر کے ایک دائمی شریعت قرآن مجید ایسی مہتم بالشان ہستی کی بعثت کے ذریعہ نازل فرمائی جس میں ارشاد ہوا کہ اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

ہم جہاں حضرت زرتشتؑ کی طرف منسوب اور ترجموں کی حالت میں جس قدر حصہ بھی صحیفہ کا پاتے ہیں اس میں توحید الٰہی ہی کی تعلیم ملتی ہے۔ اور وہاں ایک ایسے سردار کے بھیجے جانے کی دعا بھی موجود ہے جو صراط مستقیم پر چلنے کی ساری دنیا کو رہبری کرے۔ جب ایسا نبی مبعوث ہوا تو اس پر ایمان لانے میں ہی خوش بختی ہے۔

ہزاروں ہزار درود اور سلام اس نبی پاک صلعم پر جس کا یہ بے نظیر احسان ہے کہ ہم ہر نبی بشمول حضرت زرتشتؑ کو نہ صرف اپنے زمانہ و وقت کا سچا نبی تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان کی سیرت و سوانح کے جو اوراق بھی دستیاب ہو سکتے ہیں ان سے لوگوں کو روشناس کرانے میں اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ پس ساری امتوں اور اقوام پر لازم ہے کہ حضرت سرور کونین سردار دوجہاں صلعم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اس شمع ہدایت سے فیضیاب ہوں۔ کاش! کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں ٭

بابا نانکؒ

از مکرم شیخ روشن دین صاحب تنویر بی اے ایل ایل بی۔ ربوہ

محبت کی بُو تھی نہ شفقت کا رنگ ٭ محلہ محلہ تھا میدانِ جنگ
وہ شیخ و برہمن کی آویزشیں ٭ جبیں توڑتی تھیں اُدھر یوں تو لڑیں
بس اتنی فقط سندھیا اور نماز ٭ کریں دست اک دوسرے پر دراز
لڑائی کے گھر تھے پوتر مقام ٭ جگن ناتھ ہو یا کہ بیت الحرام
تھا پانی پہ جھگڑا اٹھا پر فساد ٭ بتوں پر فساد اور خدا پر فساد

خدا سے نہ یہ ظلم دیکھا گیا
تو اک مردِ درویش پیدا کیا

چلا عشق کا گیت گاتا ہوا ٭ ربابِ محبت بجاتا ہوا
مذاہب کا جھگڑا چکاتا ہوا ٭ عداوت کے شعلے بجھاتا ہوا
بگڑتی ہوئی کو بناتا ہوا ٭ مروت کی لہریں بہاتا ہوا
جدائی کے دھبے مٹاتا ہوا ٭ بچھڑتے ہوؤں کو ملاتا ہوا
سُجھاتا ہے پھر سازِ نانک تجھے ٭ پھر آتی ہے آوازِ نانک تجھے

کہ شیخ حرم سے حرم چھین لو
برہمن سے بیت الصنم چھین لو
٭

یوگیراج شری کرشن جی مہاراج

از مکرم مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر قادیان

مختصر تعارف

آج سے تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے جبکہ معمورہ ہندوستان متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں یا سلطنتوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ اور ہر طرف مذہبی و اخلاقی جمود، سیاسی جبر و تشدد، ظلم و ستم اور بد امنی کا دور دورہ تھا۔ ایسے ہی تاریک زمانہ میں شمالی ہندوستان کی ایک ریاست "متھرا" میں آریہ ورت کے سدھار کے لئے یوگیراج شری کرشن جی مہاراج مبعوث ہوئے۔ آپ کے والد ماجد شری "واسو دیو جی" اور آپ کی والدہ محترمہ "دیوکی" دونوں اُن ایام میں آپ کے حقیقی ماموں راجہ کنس کے جیل خانہ میں قید و بند کی صعوبت بھری زندگی گذار رہے تھے۔ کیونکہ کنس کو نجومیوں نے یہ بتا رکھا تھا کہ اے کنس! تجھے اور تیرے تخت و تاج کو تباہ کرنے والا تیری ہمشیرہ ہی کا ایک فرزند ارجمند ہوگا۔ اِس لئے کنس نے آنے والی مصیبت کے سدّباب کے طور پر اپنی حقیقی بہن اور بہنوئی کو حبسِ دوام میں مبتلا کر رکھا تھا۔ شری کرشن جی کی پیدائش سے پہلے آپ کے سات بہن بھائی موت کے گھاٹ اُتارے جا چکے تھے۔ شری کرشن جی کی ولادت باسعادت بھی اِسی جیل میں ہوئی۔ حضرت کرشن جی کے والد ماجد نے آپ کو پہلے سے طے شدہ پروگرام کے ماتحت جمنا کے اس پار گوکل کے علاقہ میں "نند" نامی ایک گوالے کے ہاں پہنچا دیا۔ اور کسی طرح اُس گوالے کی نوزائیدہ بچی کو متھرا (جیل) میں لانے میں کامیاب ہو گئے جو حضرت کرشنؑ کی جگہ موت کے گھاٹ اُتاری گئی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ کرشن جی مہاراج گوکل میں یشودھا اور نند گوالے کے ہاں بحیثیت فرزند پرورش پانے لگے۔ اور اِس طرح اسیروں کی رستگاری کا موجب بننے والا یہ فرزند ارجمند جلد جلد بڑھنے لگا۔

جب کنس کی تباہی کا موعود وقت قریب آپہنچا، تو اسی نحیف و کمزور انسان نے کنس جیسے ظالم و جابر حاکم کو تباہ و برباد کر دیا اور اس کی جگہ عدل و انصاف کا راجیہ قائم کیا۔ تمام اسیروں کو رہائی بخشی اور وہ سرزمین جو پہلے پاپوں سے پُر ہو چکی تھی، اب نیکیوں اور خوشیوں کا گہوارہ بن گئی۔

جنگ مہابھارت

شری کرشن جی کے بے شمار اِصلاحی کارناموں میں سے ایک نہایت اہم کارنامہ جنگِ مہابھارت ہے۔ یہ جنگ مسلسل اٹھارہ یوم تک جاری رہی جس میں پینتیس [۳۵] لاکھ نفوس مارے گئے۔ اس وقت کے ہندوستان کے اکثر گھر بیواؤں سے بھر گئے۔ لاکھوں بچے بچیاں یتیم ہو گئے۔ اخلاقی۔ اقتصادی تمدنی اور معاشرتی حالت کا توازن بگڑ گیا۔ بلکہ بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ جنگ اِس زمانہ کے لحاظ سے دنیا کی طویل ترین اور نہایت تباہ کُن جنگ تھی۔

حضرت کرشنؑ جو امن اور شانتی کے اوتار تھے، آپ نے جنگ ہونے سے قبل دونوں فریقوں میں صلح کروانے کی انتہائی کوششیں کیں۔ مگر کوروؤں کی ضد و تعصب کے سامنے آپ کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں۔ چونکہ پانڈو مظلوم تھے اسلئے آپ نے مظلوم پانڈوؤں کا ساتھ دیا۔ بالآخر خدا تعالےٰ نے اپنی سنتِ قدیمہ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ (قرآن) کے مطابق صداقت پر چلنے والے مظلوموں کو فتح عطا فرمائی۔

شری کرشن نے تمام مفتوحہ علاقہ اصل حقداروں یعنی پانڈوؤں کے سپرد کر دیا۔ مفتوحہ علاقہ میں اپنی طرف سے نہ کوئی وائسرائے رکھا، نہ کوئی گورنر اور نہ ہی اُسے اپنی تجارتی منڈی بنایا بلکہ مُلک، ملک والوں کے سپرد کر دیا۔ تاکہ وہ جس طرح چاہیں اپنے لئے اپنی حکومت بنائیں۔ کیونکہ آسمان والوں کو زمین سے کچھ غرض نہیں ہوتی بلکہ وہ تو کھلے بندوں کہہ دیتے ہیں ؎

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں پر بسنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
مجھ کو کیا مُلکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
(حضرت کرشن قادیانی علیہ السلام)

تعلیم

گمراہی و بے دینی کے اُس دور میں شری کرشن جی نورِ الٰہی اور آئینہ حق نما تھے۔ آپ کی ذات خالق و مخلوق میں درمیانی واسطہ تھی جس نے بھولی بھٹکی دُنیا کو آستانۂ اُلوہیت پر لا کھڑا کیا۔ آپ نے لوگوں کو خدائے واحد و لاشریک کی تعلیم دے کر بھارت سے بُت پرستی و بُت گری کو دُور کیا۔ کام۔ کرودھ اور موہ سے بچنے، نفسانی خواہشات کو دبانے اور خدائے رحیم و کریم کا وصال حاصل کرنے کے لئے مختلف پیرایوں میں تعلیم دی۔ شریمد بھاگوت گیتا آپ کے اقوال کا مجموعہ ہے۔ بطور نمونہ آپ کی تعلیم کی چند باتیں نیچے درج کی جاتی ہیں:

توبہ کی حقیقت

گناہوں پر دلی ندامت کے عملی اظہار کا نام توبہ ہے۔ اور آئندہ زندگی میں استغفار کرنا اس کے لئے لازمی شرط ہے۔ اس وقت کے سماج نے تناسخ کے لامتناہی جنموں میں انسان کو جکڑ رکھا تھا۔ گویا سماج قنوطیت کے بحرِ عمیق میں غوطہ زن ہو کر دم توڑ رہا تھا آپ نے خدائے غفور و رحیم کا تصور اس طور پر پیش کیا کہ:-

"اگر سخت بدعین آدمی بھی دلی محویت کے ساتھ لگاتار میری (اللہ تعالیٰ کی) بندگی کرتا ہے تو اُسے بھی نیک سادھو ہی ماننا چاہیئے۔"
(گیتا ادھیائے ۹ شلوک نمبر ۳۰)

اس شلوک کا ترجمہ فارسی اور سنسکرت کے مشہور عالم فیضی نے یہ کیا ہے کہ ؎

اگر فاجرے ہم کند یادِ من
نگردد گرفتارِ زندانِ من!

اسی طرح شری کرشن جی مہاراج ایک موقعہ پر شری ارجن جی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے ارجن! جیسے جلتی ہوئی آگ ایندھن کو بھسم بنا دیتی ہے ویسا ہی گیان کی آگ (تمام بُرے) کرموں کو بھسم بنا دیتی ہے۔"
(گیتا ادھیائے ۴ شلوک نمبر ۳۷)

پس جب توبہ سے بُرے اعمال کا ہی خاتمہ ہو گیا تو اُن اعمال کی سزا کیسے ملے گی؟

ردِّ تناسخ

آج کا ہندو سماج مسئلہ تناسخ کو حضرت کرشن جی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ حالانکہ آپ تناسخ کی ایسی شکل کے مخالف تھے جس کا تصور آج کے ہندو سماج میں پایا جاتا ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ روحانی تناسخ کے قائل تھے اور روحانی آواگون ایک لاکھ چوراسی ہزار جونوں والے آواگون سے بالکل مغائرت رکھتا ہے۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ:-

"مفسروں اور ٹیکا کاروں ۔۔۔۔ نے اپنے اپنے عقائد کو، جو وہ پہلے سے ہی رکھتے تھے، بھگوت گیتا کی تائید سے بالکل دُرست ثابت کرنے کے لئے الفاظ کے معنے نکالنے میں بہت کھینچا تانی سے کام لیا ہے۔ اور اس کے سیدھے سادھے الفاظ سے غیر متعلق اور عجیب مطالب نکالنے کی کوشش کی ہے۔"
(بحوالہ گیتا امرت صفحہ ۲ مصنفہ چوہدری کانا درشن لال جی)

شری کرشن جی نے اس بارے میں واضح تعلیم دی ہے کہ:-

(۱) "یکساں بدھی والے لوگ کرم سے پیدا ہونے والے پھل کو چھوڑ کر جنم کی پھانسی (جنم کے بندھنوں) سے چھوٹ جاتے ہیں۔ اور بے داغ حالت و درجۂ نجات کو حاصل کر لیتے ہیں۔" (گیتا $\frac{۲}{۵۱}$)

(یہ ترجمہ مہاتما گاندھی جی کا ہے۔ اور منشی شونا تھ رائے کا ترجمہ بھی اسی کے مطابق ہے)

(۲) "اے ارجن! اس طرح جو میرے عجیب جنم اور کرم کی حقیقت کو جانتا ہے وہ جسم کو چھوڑ کر پھر دوبارہ جنم نہیں لیتا۔" (گیتا $\frac{۴}{۹}$)

پس حضرت کرشن جی کے فرمان کے مطابق "ذاتِ الٰہی کی تلاش نہایت کوشش سے کرنی چاہیئے کہ جس کے وصال کے بعد اس دکھوں بھرے سنسار میں دوبارہ نہیں آنا پڑتا اور نہ ہی وصالِ الٰہی کے بعد جنم لینا پڑتا ہے۔" (گیتا $\frac{۸}{۱۵-۱۶}$)

شری کرشن جی کا پیغام

تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ دنیا میں عالمگیر انقلاب پیدا کرنے والی شخصیتیں کبھی کبھار ہی مبعوث ہوا کرتی ہیں۔ اور جب اُن کا ظہور ہوتا ہے تو اس زمانے کے فرزندانِ تاریکی اُن کے سخت مخالف ہو جاتے ہیں۔ البتہ صاحب بصیرت لوگ اس نور کو پہچان لیتے ہیں جو ہنوز پردۂ اخفاء میں ہی ہوتا ہے۔ ایسے پُر ظلمت زمانہ کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے شری کرشن جی نے بھی بعض اُصول بیان فرما کر قوم کو تاکید کی ہے کہ اپنا دھرم چھوڑ کر بھی اس نور کو اپنا لیں جو اس زمانے میں ظاہر ہو۔ (گیتا $\frac{۱۸}{۶۶}$)

چنانچہ گیتا ادھیائے نمبر ۴ شلوک نمبر ۷، ۸ میں وہ اُصول بیان فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ مہاتما تلسی داس نے رامائن میں اس طرح کیا ہے کہ:-

"جب جب ہوت دھرم کی ہانی
بارھیں اسُر ادھم ابھیمانی
تب تب پربھو دھری وِودھ شریرا

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۵ پر)

مہاتما گوتم بدھ علیہ السلام

از مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

ربّ العالمین خدا نے جہاں جسم کو زندہ رکھنے کے لئے ماں کے پستانوں میں دودھ اُتار۔ ہوا پیدا کی، مینہہ برسایا، آسمان پر سورج چاند اور ستارے چمکائے۔ اور زمین پر دانے اُگائے وہاں رُوح کی زندگی کے لئے بھی اسباب مہیا فرمائے۔ کوئی قوم نہیں گذری جس میں خدا تعالےٰ نے اپنا برگزیدہ نہ بھیجا ہو۔ اور اس طرح اپنی ہستی کا ثبوت نہ دیا ہو۔

مہاتما گوتم بدھ بھی ان ہی برگزیدہ لوگوں میں سے ایک تھے۔ چنانچہ دنیا کا ایک تہائی سے لیکر ایک چوتھائی حصہ ان کے پیروؤں میں داخل ہے۔ اور یہ حقیقت ہی اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ مہاتما بدھ خدا کے نیک بندے تھے۔ وقت اور حالات کے مطابق ان کی تعلیم نے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا۔ اور وہ ان کو ماننے اور قبول کرنے پر مجبور ہوگئے۔ ایسے برگزیدہ انسانوں کی زندگی اُن کی تعلیم کی منہ بولتی تصویر ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ ان کے ماننے والوں نے اُن کی تاریخ اور سیرت و سوانح کو محفوظ کرنے کی طرف بہت کم دھیان دیا اور اس طرح دنیا کی ایک عظیم شخصیت کی تاریخ ہم سے اوجھل ہو گئی۔ تاہم جو کچھ مواد میسر ہوا ہے مختصراً ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے۔

اخلاقی اور مذہبی حالت

مہاتما بدھ کی بعثت سے قبل طوائف الملوکی کی وجہ سے عوام الناس کی اخلاقی حالت نہایت پست اور گری ہوئی تھی مذہبی اعتبار سے ہندو مذہب کا دَور دورہ تھا۔ ویدک تعلیم سے بہت دور۔ رہبانیت عام تھی۔ اور لوگ عناصر و اصنام پرستی میں گرفتار فرسودہ رسم و رواج کے طوق گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔

مہاتما بدھ کے خاندانی حالات

گنگا کے میدانوں میں "ساکیا" نامی ایک قبیلہ آباد تھا۔ مہاتما بدھ کے والد شدھودن جو اسی قبیلہ سے تھے اس علاقہ پر راج کرتے تھے۔ جس کا دار الخلافہ کپل وستو تھا۔ جو نیپال کی سرحد پر بنارس سے ۱۳۰ میل شمال میں واقع تھا۔ اُن کی دو بیویاں تھیں۔ پرجاپتی اور مہامایا اور یہ دونوں آپس میں بہنیں تھیں۔

پیدائش اور طفولیت

۵۶۳ ق۔م میں جبکہ مہامایا کی عمر پینتالیس ۴۵ سال کی تھی بحالتِ سفر لمبنی نامی ایک سرسبز و شاداب باغ میں ایک خوبصورت لڑکے کو جنم دیا جس کا نام سدھارت گوتم رکھا گیا گوتم کی پیدائش کے آٹھویں دن ہی ان کی ماں اپنے خاوند شدھودن کو اپنی یادگار دیکر دُنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔ گوتم چونکہ بچپن ہی سے سنجیدہ اور سلیم الطبع تھے اسلئے جلد ہی تعلیم و تعلم میں مہارت حاصل کرلی۔ لیکن دنیا کے شور و غل، گہما گہمی اور بارونق محفلوں میں ان کا جی نہ لگتا تھا۔

زندگی کا ایک نیا دَور

گوتم کی دنیا سے نفرت اور بے اعتنائی دیکھکر شدھودن کو فکر دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ مہامایا کے بھائی کی لڑکی گوپا سے اُن کا رشتہ طے کر دیا گیا۔ اور ۱۹ سال کی عمر میں گوپا سے ان کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد بھی گوتم بدھ کھوئے کھوئے سے رہتے۔ راھول نامی ایک لڑکا بھی اُن کے ہاں ہوگیا لیکن پھر بھی دنیا وی دُکھ و تکالیف۔ پیدائش بیماری، بڑھاپا اور موت وغیرہ کو دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہوئے حتیٰ کہ سکونِ قلب اور ابدی سُکھ کی تلاش میں گھر بار چھوڑ کر اس زمانہ کے عام دستور کے مطابق رہبانیت کا طریقہ اختیار کر لیا اور ۲۹ برس کی عمر میں شاہی لباس اُتار کر سنیاسی لباس زیب تن کر لیا۔ اس اثناء میں آپ نے راج گرہ۔ بیتالی۔ اور اُرو بلوہ وغیرہ مختلف جگہوں میں قیام کیا۔ بالآخر اروبلوہ گاؤں کے پاس ایک ندی کے کنارے کو انہوں نے ریاضت کے لئے بہت پسند کیا۔ کہا جاتا ہے کہ متواتر چھ برس تک سخت ریاضت اور غیر طبعی محنت شاقہ کی وجہ سے ان کا خوبصورت جسم سوکھ کر کانٹا ہوگیا۔ لیکن اس قدر ریاضت کے بعد بھی جب سکونِ قلب میسر نہ ہوا تب انہوں نے محسوس کیا کہ روح کی تسکین کے لئے جسم کی جائز حفاظت اور خبر داری کرنا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ پھر باقاعدہ خوراک کھانی شروع کی جس پر ان کے پانچوں شاگرد یہ سمجھ کر کہ اُن کے استقلال میں فرق آگیا ہے اور وہ اپنے مقصد سے ہٹ گئے ہیں اُن سے علیحدہ ہوگئے۔

رہبانیت نے گوتم کو کیا دیا؟

عام مروّجہ دستور کے مطابق گوتم نے سکونِ قلب کے حصول کے لئے یہ طریقہ اپنایا تھا۔ لیکن اس غیر طبعی ریاضت کے تلخ تجربے نے انہیں ایک صحیح راستہ دکھایا۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ گئے کہ ایک طرف حد سے زیادہ جسم کو طرح طرح کی تکلیف دینا اور فاقہ کشی کرنا اور دوسری طرف دنیاوی عیش و عشرت اور جسمانی سُکھوں کا غلام ہوجانا، یہ دونوں ہی راستے ٹھیک نہیں ہیں۔ اعتدال یعنی میانہ روی کا راستہ ہی ٹھیک ہے۔ چنانچہ آپ نے جسم کو طبعی حالت میں رکھتے ہوئے ایک پیپل تلے دھیان یعنی توجہ الی اللہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس طرح دنیا کو یہ بتا دیا کہ رہبانیت کا طریق انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ہاں خدا تعالیٰ کی طرف مکمل دھیان کرنے کے لئے خلوت اور دنیوی الجھنوں سے احتراز ضروری ہے جس کو دُوسرے لفظوں میں چلہ کشی بھی کہتے ہیں اور جسے تقریباً تمام برگزیدہ انسان کرتے آئے ہیں۔

دھرم پرچار

مہاتما بدھ کو جب گیان حاصل ہوگیا یا یوں کہئے کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کو ماموریت کے مقام پر فائز فرما دیا تو لوگوں کی اصلاح کی غرض سے شہر بہ شہر پھرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے اپنے پانچ شاگردوں کے پاس گئے چونکہ وہ آپ سے بدظن ہو چکے تھے۔ اس لئے گورو مان کر تعظیم کرنا تو درکنار نام لے کر بلانا شروع کیا۔ اور اس طرح اپنوں ہی سے مخالفت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جیسا کہ تمام راستبازوں کی مخالفت ہوتی آئی ہے۔ آپ نے اس سلوک کو دیکھ کر اُن کو اس طرح مخاطب کیا کہ:-

"تم یہ خیال مت کرو کہ وہ دنیوی لذات کو پسند کرتا اور عیش کی زندگی بسر کرتا ہے بلکہ اس نے اعتدال کا راستہ معلوم کر لیا ہے۔ جو شخص مایا (دولت) کے بندھن سے آزاد نہیں اُسے اس کو گوشت یا مچھلی سے پرہیز کرنا۔ ننگے بدن پھرنا۔ سر منڈوانا۔ جٹا رکھنا۔ کمبل پہننا۔ راکھ ملنا۔ اگنی دیوتا کے لئے جگ کرنا۔ اور جل میں کھڑا رہنا۔ اور دیگر اسی قسم کی پراشچت کے کام پاک نہیں بنا سکتے۔"

(منقول از "بدھ دیوجی کی سوانحعمری" مؤلفہ شردھے پرکاش۔ حصہ دوم)

آہستہ آہستہ ان کے شاگردوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ پینتالیس ۴۵ سال تک گوتم بدھ باقاعدہ اپنے مشن کی تبلیغ کرتے رہے اور بہت سے شاگردوں کو بھکشو بنا کر دھرم پرچار کے لئے اطراف و اکناف میں بھیج دیا۔

مہاتما بدھ کی تعلیم

یہ معلوم کرنا نہایت مشکل ہے کہ بدھ کی حقیقی تعلیم کیا تھی۔ اور موجودہ بدھ ازم اس سے کس قدر مختلف ہے۔ کیونکہ بدھ کی کوئی اپنی کتاب یا تحریرات موجود نہیں۔ البتہ آپ کی طرف منسوب ہونیوالے کچھ بیانات اور تقاریر ہیں جو ان کی وفات کے تقریباً چار سو سال بعد ضبط تحریر میں آئیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دیگر رشی مُنی مادی دنیا میں ملوث ہونے سے لوگوں کو روکتے اور خدا کی طرف توجہ کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ اسی طرح مہاتما بدھ نے بھی یہی تعلیم دی کہ جو شخص دولت دنیا میں گرویدہ ہے کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اپنے دل کو اس کے زہر سے مسموم کرنے کی بجائے اُسے اپنے دل سے نکال دے۔ اسی طرح بدھ نے کہا کہ، "انسان خواہ دنیا میں کاریگر، سوداگر یا بادشاہ کا ملازم ہو کر رہے یا دنیا سے کنارہ کش ہو کر اپنی زندگی کو دھرم کے دھیان میں خرچ کر دے بہرصورت اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر حالت میں اپنا سارا دل اپنی زندگی کے خاص مقصد میں لگائے اور وہ ایسا ہو جائے جیسا کنول کا پھول کہ وہ پانی میں اُگتا ہے اور پانی میں بڑھتا ہے۔ لیکن پانی سے اُوپر رہتا ہے۔"

آپ کی اخلاقی تعلیم کا اندازہ مندرجہ ذیل چند اقوال سے لگایا جا سکتا ہے فرماتے ہیں:-

(۱)۔ تم دوسروں کو جیسا بننے کے لئے نصیحت کرتے ہو ویسا پہلے خود بنو۔ جس نے اپنے آپ کو مطیع کیا ہے وہ دُوسروں کو بھی مطیع کر سکتا ہے۔ (۲)۔ اگر کوئی شخص گناہ کر بیٹھے تو اس سے خوش نہ ہو نہ آئندہ اس کا ارتکاب کرے اور اگر کوئی نیک کام کرے تو اس پر غرّہ نہ ہو۔ (۳)۔ یہ خیال کر کے کہ اب پاپ مجھ پر حملہ نہ کرے گا کبھی غافل مت ہو اور نہ کبھی پاپ کو حقیر مت سمجھو۔ اسی طرح بھلائی کو کبھی حقیر نگاہ سے نہ دیکھو —— اسی طرح آپکے چند ایک اُپدیش یہ ہیں۔ (۱) کسی جاندار کو مت مارو۔ (۲) جھوٹ نہ بولو۔ (۳) نشہ دار چیزوں کا استعمال نہ کرو۔ (۴) زناکاری سے پرہیز کرو۔ (۵) ناچ، گانا، بجانا ناٹک کے تماشوں سے پرہیز کرو۔ (۶) سونے چاندی سے پرہیز کرو۔

مہاتما بدھ کی تعلیم، ان کے بنیادی اصول ان کی خدا ترسی اور دنیا میں ان کی مقبولیت وغیرہ ایسے اسباب ہیں جو ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ انہیں بھی خدا کا ایک برگزیدہ انسان تصور کیا جائے قطع نظر اس کے کہ فی زمانا ان کے متبعین ان کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں یا نہیں اور کہ ان کی تعلیم ہر زمانے میں قابلِ عمل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ہم اس امر کے اظہار کے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مہاتما بدھ بھی اس خدائے ربّ العالمین سے گیان اور معرفت حاصل کر کے لوگوں کی اصلاح کی غرض سے آئے تھے جس نے تمام دیگر نبیوں، رسولوں، رشیوں اور مُنیوں کو اپنے الہام سے مشرف فرما کر دنیا میں مبعوث کیا۔ اور جس کی انتہا و عروج حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ختم ہوا اور آپ کو ساری دنیا کے لئے قیامت تک

قوم کے لئے ہادی نہ بنا کر بھیجا گیا۔ ہزاروں ہزار درود و سلام ہو اُس نبی رحمت پر کہ جس نے دنیا میں آکر وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کی عام منادی کر کے تمام انبیاء اور برگزیدہ رسُولوں کی صداقت ثابت فرما دی۔

شری رام چندر جی مہاراج

بقیہ صفحہ ۹

اور چاروں طرف سبزہ زار کھلا ہوا تھا۔ پانی کے چشمے جا بجا جاری تھے۔ بالمیک رشی نے راجہ رام چندر اور آپ کے ساتھیوں کی بڑی عزت کی۔ اور بالمیک رشی کی اجازت، اور مشورہ سے رام چندر جی نے قریب ہی گھاس کی کٹیا بنا کر ڈیرے لگا دیئے اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہو کر باہم گذارہ کرنے لگے۔ اور فقیرانہ طرز میں رہنے کے عادی بن گئے اسی دوران میں راجہ دسترتھ بیمار ہوگئے۔ اور ایک ایلچی کو بھیج کر راجہ رام چندر کو واپس لانے کی کوشش کی گئی لیکن راجہ رام چندر نے ۱۴ سال پورے ہونے سے قبل جانے سے انکار کر دیا۔ البتہ جب وہ ایلچی واپس ہوا تو ہر ایک کا نام لے کر سب کو آداب بجا لانے کی ہدایت کی۔ یہاں تک کہ کیکئی کو بھی آداب بجا لانے کو کہا جس پر لکشمن جی کچھ ترش رو ہوئے۔ لیکن عالی دماغ اور با اخلاق رام چندر جی نے فوراً اُسے روک دیا۔ اور کہا دیکھو بھائی، آخر ماں ہے، ماں کو بے ادبی کے الفاظ سے یاد کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اور ایلچی سے پھر کہا کہ میرا آداب کیکئی ماں کی خدمت میں ضرور کر دینا۔ چنانچہ راجہ دسترتھ آپ کے زمانہ بن باس میں ہی گذر گئے۔ راجہ دسترتھ کے بعد بھرت کو راج پاٹ سنبھالنے کے لئے کہا گیا۔ بھرت نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا، کہ برادر بزرگوار تو جنگلوں میں مصائب کے شکار ہوں اور میں سلطنت کے عیش کروں بغیر بھائیوں اور مہاراج، راج کرنا مجھے زیب نہیں دیتا۔ اور شیروں سے کہا کہ مجھے بھی اجازت دو کہ میں بھی بھائی کے پاس جنگلوں چلا جاؤں۔ چنانچہ بھرت چترکوٹ پہنچے۔ بھرت نے جب رام چندر جی کو فقیروں کی طرح دیکھا تو آنکھوں میں چکا چوند سی آگئی۔ اور زمین پر گر پڑے۔ رام چندر جی اُٹھے اور اپنے بھائی کو گلے لگایا۔ بھرت نے یہ پیش کش کی کہ آپ اجودھیا جا کر سلطنت کا انتظام کریں۔ اور میں یہاں جنگلوں میں رہتا ہوں مگر رام چندر جی نے اسے منظور نہ کیا۔ اور چودہ سال پورے ہونے پر چترکوٹ زہرا سے ہوتے ہوئے دریائے گنگا کے پاس پہنچے۔ اور بھرت کو اپنے آنے کی اطلاع کی۔ بھرت نے نہایت شان و شوکت سے پیشوائی کی۔ اور آپ نہایت ہی تزک، و احتشام سے اجودھیا میں داخل ہوئے۔ گھر گھر میں خوشی کے شادیانے بجے۔ اور مبارکبادیاں دی گئیں۔ دسہرے کے بعد رام اور بھرت ملاپ کے نام سے خاص رسم اب تک ادا کی جاتی ہے۔

اس کے چند دن بعد رام چندر جی کی تخت نشینی کی رسم ادا ہوئی۔ رام چندر جی نے تخت نشین ہو کر اپنی رعایا کو سنبھالا۔ اور نہایت ہی عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔ اپنے عرصہ حکومت میں رام چندر جی نے جہاں کہیں ظلم کی آگ سلگتی دیکھی یا جہاں کہیں لوگوں کو ادھرم اور بے دینی کی طرف راغب پایا تو خود وہاں پہنچے اور بے دینی کو دور کیا۔

بالمیک رامائن میں لکھا ہے، کہ رام چندر جی کا زمانہ نہایت سکھ اور امن و شانتی کا زمانہ تھا۔ لوگ نہایت با اخلاق تھے۔ دین اور دھرم پر چلنے والے تھے۔

خود راجہ رام چندر جی کی زندگی سچائی کی زندگی تھی۔ آپ کی زندگی پر غور کرنے سے مندرجہ ذیل امور کی تصدیق ہوتی ہے:

(۱)۔ یہ کہ آپ مجسم سچائی تھے۔ (۲) عہد کے پورے اور بات کے دھنی تھے۔ (۳) دھرم کو ہمیشہ سامنے رکھتے اور اس پر عمل کرتے۔ (۴) والدین کی ہمیشہ اطاعت کرتے بھائیوں سے اچھا سلوک کرتے۔ اہلِ خانہ سے محبت اور وفاداری کا سلوک کرتے۔ (۵) دوستوں کی ہمیشہ مدد کرتے۔ (۶) والدین کی اطاعت میں ۱۴ برس جلا وطنی اختیار کی۔ خدا سب کو توفیق دے کہ ایسے فرشتہ سیرت نیک بزرگ کے نقشِ قدم پر چلیں۔ میرا تو یقین ہے کہ اگر آج بھی بھارت واسی آپ کے نقشِ قدم پر چلیں تو ان کی آفتیں دور ہو سکتی ہیں۔ بدامنی ختم ہو سکتی ہے۔ اور جیسا کہ رام چندر جی کے زمانہ کے لوگ دھرم اور دین پر چل کر سکھ اور شانتی کی زندگی بسر کرتے تھے، آج بھی سکھ اور شانتی کی زندگی مل سکتی ہے۔ آؤ ہم سب مل کر یہ نعرہ لگائیں:

رام چندر جی کی جے !!

یوگیراج شری کرشن جی مہاراج

بقیہ صفحہ ۱۳

ہر ہین کرپا ندھی سجّن پیرا

"اس شلوک کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ جب دھرم کی گلانی ہوتی ہے تو پرماتما اس کی رکھشا کے لئے کسی مہان پرش کو بھیج دیتے ہیں" (اخبار پرتاپ۔ کرشن نمبر ۱۹۵۰ء)

پس جب ایسا گمراہی کا دور آتا ہے لادینی اور جہالت کا راجیہ ہو جاتا ہے، نیک لوگوں کو ہر طرح ستایا جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے کرشن جی کا بروز یا کوئی مہان پرش دنیا کے سدھار کے لئے ضرور نازل ہوتا ہے۔ پہاڑ ٹل سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ٹل نہیں سکتا۔ کیونکہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے!

کلجگ اور ظہور کرشنِ ثانی

آج کلجگ کے بھیانک اور خطرناک نتائج سامنے ہیں۔ بھارت واسی "اپنے چاروں طرف جو اخلاقی گراوٹ، کرپشن، سینہ زوری، دھاندلی، بے انصافی اور دیگر بدعنوانیاں دیکھتے ہیں ان کے پیشِ نظر اُن کا بھگوان کرشن سے ایسی التجا کرنا جائز ہی ہے کہ ؎

اک بار پھر سے آ جا گوپیوں والے"

(اخبار پرتاپ جالندھر ۳۰ اگست ۱۹۶۴ء)

یوگیراج شری کرشن جی مہاراج کے فرمود کے مطابق اس گھور کلجگ میں شری کرشن جی اوّل کی آمد بروزی طور پر حضرت کرشن قادیانی کے رنگ میں ہوئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:-

"جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار کے ہوں۔۔ ۔۔۔۔ میں اُن گناہوں کو دور کرنے کے لئے جن سے زمین پُر ہو گئی، جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یہ کہنا چاہیئے کہ روحانی حقیقت کی رُو سے وہی ہوں"

(لیکچر سیالکوٹ)

مبارک ہیں وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی آواز کو سنتے ہیں اور اُسے قبول کرتے ہیں ؏

REGD. No. P. 67

PHONE NO. 35

The Weekly Badr Qadian

RELIGIOUS FOUNDERS' NUMBER

رشحاتِ قلم مکرم روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر روزنامہ "الفضل" ربوہ

اہنسا

آہنسا نام ہے صبر و رضا کا
آہنسا کام ہے صدق و صفا کا

آہنسا کا ہے مطلب دُکھ نہ دینا!
کسی کا دیکھ کر دُکھ سُکھ نہ لینا!

آہنسا درد ہے سارے جہاں کا
یہ اِک تعویذ ہے امن و اماں کا

کسی ہستی پہ ظُلم و جور مت کر
کوئی اِنساں ہو، حیواں ہو کہ پتھّر

آہنسا دردِ دل سوزِ جگر ہے
آہنسا نخلِ ہستی کا ثمر ہے

آہنسا وہ اُصولِ زندگی ہے
جو ہر ذرّے کی گویا حق رسی ہے

آہنسا کام ہے فرزانگی کا
آہنسا نام ہے مردانگی کا

آہنسا کا ہے مطلب مہرباں ہو
جہاں کے دردِ دل کا رازداں ہو

آہنسا کیا ہے سب کو پیار کرنا
تصدّق ہونا اور اِیثار کرنا

آہنسا دِل نوازی، غم گُساری
آہنسا مہربانی، بُردباری

نباہ ہر اِک سے کرنا ہے آہنسا
صداقت پر ٹھہرنا ہے آہنسا

آہنسا ہے خُودی کو طلاق کرنا
آہنسا ہے خُودی کا دم نہ بھرنا

مصائب کا سفینہ مل کے کھینا!
ہے جینا، دُوسروں کو جینے دینا!

آہنسا گرچہ بے دردی نہیں ہے
مگر آہنسا نامردی نہیں ہے

آہنسا سہل انگاری نہیں ہے
آہنسا کوئی بیماری نہیں ہے

آہنسا کام ہے سخت اِمتحاں کا
نہیں ہے کھیل یہ سُود و زیاں کا

آہنسا یہ نہیں، کھانا نہ پینا
آہنسا یہ نہیں، مرنا نہ جینا!

آہنسا دُوسروں کا دُکھ بٹانا
اور اپنی جان کی بازی لگانا

برہمن، ویش، کھتری ہو کہ شُودر
آہنسا میں ہیں سب بندے برابر

یہی گوتم کیا کرتے تھے تقریر
یہی اُپدیش دیتے تھے مہاویر

ہر اِک شَے کی مُحبّت ہے آہنسا
مساوات و اخوّت ہے آہنسا

آہنسا کے لئے لازم ہے جرأت
تو آسانی نہیں کارِ مروّت

آہنسا کے لئے دِل چاہیئے، دِل
کٹھن ہے سخت آہنسا کی منزل

نہیں آہنسا ملبوسِ حریری
آہنسا ہے امیری میں فقیری

آہنسا یہ نہیں ہے پیارے دانی
پلاوے ہر سحر چڑیوں کو پانی

آہنسا میں کوئی ادنےٰ نہیں ہے
آہنسا میں کوئی اعلےٰ نہیں ہے

یہی تھا بنسری والے کا گیت
ہمارا اچھا ہے راہبر سے جو ہو میت

یہی تھا رام کا پیغام ہم کو
سکھاتا ہے یہی اِسلام ہم کو